حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور

جزیرۂ عرب

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

جمعیت پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنو، (یو، پی)

© جملہ حقوق محفوظ

نام	:	حضرت محمد ﷺ اور جزیرۂ عرب
مصنف	:	مفتی محمّد سرور فاروقی ندوی
ناشر	:	جمعیت پیامِ امن، ندوہ روڈ ڈالی گنج لکھنؤ۔
کمپوزیٹر	:	عطاءاللہ صدیقی
اردو ایڈیشن	:	پہلی بار
تعداد کتب	:	۳۰۰۰
سال	:	۲۰۰۹
قیمت	:	۵۰

Writer : Mufti Mohd Sarwar Farooqui Nadwi

Publisher : Jamiat Payam-e-Amn, Nadwa Road, Daliganj, lucknow.

Website: Website: islamicjpamn.com

E-Mail: jpa_lko@ yahoo.com,siddiquilko@yahoo.com

Phone No. 9839126436-Phone & Fax-0522-2741906

ملنے کے پتے

۱۔ مجلس تحقیقات ونشریات، ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ (لکھنؤ)

۲۔ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء (لکھنؤ)

۳۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد ۳۱ (لکھنؤ)

۴۔ جامعہ دارارقم، ارقم نگر، محمد پور گونتی (فتحپور) ہسوہ

۵۔ مکتبہ حرمین امین آباد، مرکز والی مسجد (لکھنؤ)

فہرست مضامین

موضوع	صفحہ نمبر
مقدمہ	۷
(حصہ اوّل) قرآن کے مطابق حضرت محمد ﷺ	۸
تمام انسانیت کے نبی	۹
حضرت محمد ﷺ آخری رسول	۱۱
(حصہ دوم) حضرت محمد ﷺ سے قبل پوری دنیا کی حالت	۱۳
حضرت محمد ﷺ کا نسب عالی	۱۴
حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے پہلے	۱۴
یہودی مذہب کی حالت	۱۴
عیسائی مذہب کی حالت	۱۵
مجوسی مذہب کی حالت	۱۷
بدھ مذہب کی حالت	۱۹
ہندو مذہب کی حالت	۱۹
ہندوستان کی حالت	۲۱
ہندوستان کی تاریکی کا دور	۲۴
روم کی حالت	۲۵
مشہور فلاسفر گبن کہتے ہیں	۲۵
لارڈ ہیڈلی کا قول	۲۵
ایرنی حکومت کی حالت	۲۶
مولانا ابوالحسن ندویؒ کے مطابق	۲۷
عام لوگوں کا مذہب	۲۸

موضوع	صفحہ نمبر
حضرت محمد جزیرۂ عرب ہی میں کیوں؟	۳۰
ایرانی تہذیب وتمدن	۳۳
ہندوستانی تہذیب وتمدن	۳۶
روم اور ایران کی تہذیب وتمدن	۳۶
جزیرۂ عرب میں حضرت محمد ﷺ کا دوسرا سبب	۳۸
جزیرۂ عرب کا جغرافیائی محل وقوع	۴۱
حضرت محمد ﷺ کی ولادت	۴۳
نبوّت کا تاج	۴۴
اسلام کی روشنی	۴۵
اسلام کا مطلب	۴۵
سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے	۴۶
مسلمانوں کی مخالفت	۴۶
حضرت محمد ﷺ پر اہل مکہ کا ظلم وستم	۴۷
حضرت محمد ﷺ کو لبھانے کی کوشش	۴۷
حضرت محمد ﷺ کا سماجی بائیکاٹ	۴۹
مکہ کے کافروں کا ظلم وستم	۴۹
حضرت بلالؓ کا قبول اسلام	۵۰
حضرت خبابؓ کا اسلام	۵۰
حضرت صہیبؓ وحضرت عمارؓ کا اسلام	۵۰
حضرت ابوفکیہہؓ کا قبول اسلام	۵۰
حضرت سمیہؓ کا قبول اسلام	۵۱
حضرت ابوذر غفاریؓ کا قبول اسلام	۵۱
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قبول اسلام	۵۱

موضوع	صفحہ نمبر
حضرت عثمان غنیؓ کا قبول اسلام	۵۲
حضرت زبیر بن عوام کا قبول اسلام	۵۲
حضرت سعید بن زیدؓ کا قبول اسلام	۵۲
حضرت عائشہ بن ابی ربیعہؓ وحضرت سلمیٰ بن ہاشم	۵۲
حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام	۵۲
شری ناتھ رام کے مطابق ظلم	۵۳
دردناک ظلم وستم کے بعد ہجرت	۵۳
اسلام کی روشنی مدینے میں	۵۴
مدینہ کی طرف ہجرت	۵۴
اہل مکہ سے جنگ وجدال	۵۵
جنگ کی اجازت کا سبب	۵۶
جہاد کے معنیٰ	۵۷
تعلیم حاصل کرنا	۵۷
مال کے ذریعہ	۵۷
جان کے ذریعہ جہاد	۵۷
اسلام میں تلوار کا استعمال	۵۹
قرآن پر الزام کے حقائق	۶۰
بابو مکٹ دھاری پرساد جی کے مطابق تلوار	۶۳
مہاتما گاندھی جی کے مطابق	۶۵
سوامی وویکانند جی کے مطابق	۶۵
ڈی،ایس،اُو۔لیری جی کے مطابق	۶۵
اسلام کا طرز عمل	۶۶

موضوع	صفحہ نمبر
پہلا غزوہ	۶۶
لین پول کے مطابق حضرت محمدﷺ	۶۷
مسٹر لارینس ای براؤن کے مطابق	۶۷
اسلام کا اصول	۶۸
شری سندر لال جی کے مطابق	۶۹
قرآن کی تاثیر سے اسلام	۷۰
حضرت عثمان بن مطعونؓ کا قرآن سن کر اسلام	۷۰
حضرت جبیر بن مطعمؓ کا اسلام	۷۱
آپﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام	۷۲
آپﷺ کے خطبہ کے اثرات سے اسلام	۷۲
آپﷺ کو صرف دیکھنے کا اثر	۷۳
اخلاق وکردار کا اثر	۷۳
آپﷺ کے معجزات کا اثر	۷۳
فتح مکہ اور دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک	۷۴
حضرت محمدﷺ کی فوج کو وعظ ونصیحت	۷۶
انسانیت کا مکمل دستور	۷۶
حجۃ الوداع اور اس کا خطبہ	۷۷
حضرت محمدﷺ کا آخری عالمی خطبہ	۷۷
آپﷺ کی بیماری کی حالت	۷۹
آپﷺ کے آخری الفاظ	۷۹
آپﷺ کی وفات کے بعد	۷۹
آپﷺ کی قبر مبارک (روضۂ اطہر)	۸۰

مقدمہ

جغرافیائی اور تاریخی وسعت کے لحاظ سے انسانیت اور تہذیب وتمدن کے سب سے بڑے رقبہ کی رہنمائی جس کے سپرد کی گئی ، وہ بلاشبہ محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے، گروہ انبیاء میں سے صرف آپ ﷺ کی سیرت زندگی اس وقت دنیا کی رہنمائی اور دستگیری کے لئے ہر جگہ موجود اور محفوظ ہے۔ یہ انسانیت کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اس میں پیغمبروں کی سیرتوں کا عطر، آسمانی تعلیمات و ہدایت کا جوہر اور اخلاقی و روحانی طاقت کا سب سے بڑا خزانہ پوشیدہ ہے۔

اس کو پڑھ کر خدا کی ہستی اور اس کی مدد کا یقین ہوتا ہے۔ ناموافق ترین حالات میں بدی اور ظلم کے مقابلہ کرنے کا حوصلہ ابھرتا ہے اور انسانیت کو اپنے وجود پر بجائے شرم سے فخر محسوس ہوتا ہے، اور اگر مذہبی تعصب اور قومی تکبر آڑے نہ آئے تو ساری دنیا اس سے نئی زندگی، نیا یقین، نئی روحانی لذت، نیا عزم وحوصلہ اور از سر نو نجات کا راستہ حاصل کر سکتی ہے، اس لئے اس کی اشاعت سے زیادہ کوئی مفید کام نہیں۔''

الحمدللہ یہ کتاب ہندی میں اس سے پہلے 'انتم سندیشٹا کہاں، کب اور کون؟' کے نام سے آ چکی ہے، جس میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت عرب میں ہی کیوں ہوئی روشنی ڈالی گئی ہے۔ افادہ عام کی غرض سے اس کا ایک حصّہ، اسے اُردو میں بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

والسلام

محمد سرور فاروقی ندوی
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

(حصہ اوّل)

قرآن کے مطابق حضرت محمد ﷺ

تمام انسانیت کے نبی

آخری رسول حضرت محمد ﷺ کسی ایک ملک ، ذات، یا جماعت کے لئے نہیں ہیں جیسا کہ دوسری قوم کے لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ حضرت محمد ﷺ تو اسلام کے بانی اور مسلمانوں کے رسول ہیں تو ایسا نہیں ہے بلکہ ! جتنا حق حضرت محمد ﷺ اور قرآن پر مسلمانوں کا ہے اتنا ہی دنیا کے ہر انسان کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
(سورۃ یونس، آیت نمبر۔۴۷)

ہر ایک امت کے لئے رسول ہوا ہے۔ پھر جب ان کا رسول پہونچا تو ان کے درمیان جو اختلاف پیدا ہو گیا تھا اس کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا۔ ایسا نہیں ہوتا کہ لوگوں کے ساتھ ناانصافی کی جائے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝
(سورۃ فاطر آیت نمبر۔۲۴)

(اے محمد!) ہم نے ہی تم کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا (برے لوگوں کو برائی کے انجام) سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی باخبر کرنے والا نہ آیا ہو۔

ایک اور جگہ پر ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ (سورہ رعد، آیت نمبر۔۷)

اے محمدؐ! تم (برائیوں کے انجام سے) باخبر کرنے والے اور ہر قوم کے لئے راہ بتانے والے ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ہر ایک قبیلہ میں پیغمبر بھیجے اس طرح ہر قبیلے میں پیغمبر اپنے اپنے وقت پر آتے رہے جو کچھ عرصہ تک زندہ رہتے تھے اور اپنے بعد آنے والے آخری رسول کی پیشین گوئی کر جاتے تھے۔ لیکن ان کے جانے کے بعد لوگ انہی کی پرستش شروع کر دیتے تھے اور ان کی تعلیمات کو بھلا دیتے تھے۔

پیغمبر بتاتے تھے کہ ابھی تو میری بات کے ماننے میں نجات ہے لیکن میں آخری نبی نہیں ہوں جس کو قرآن نے اس طرح کہا ہے۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ (سورۃ اعراف، آیت نمبر ۱۵۸)

''اے محمدؐ! تم کہو کہ اے لوگوں میں سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جو ساری مخلوق کا پالن ہار ہے آسمانوں اور زمین میں اس کے علاوہ کوئی مالک نہیں ہے۔ وہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس نبی اُمّی پر (جوان پڑھ ہوتے ہوئے بھی قرآن جیسا غیر معمولی علم کے چشمے بہا رہا ہے) اور جو اللہ کے سبھی کلاموں (یعنی اللہ کی بھیجی ہوئی ساری کتابوں) کو مانتا ہے اس کی پیروی کروتا کہ راہ پاؤ''۔

ایک اور جگہ پر قرآن میں یوں کہا گیا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝ (سورۃ فرقان، آیت نمبر۔۱)

بڑی برکت والا ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے ''حضرت محمدؐ پر'' فرقان (سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے والا قرآن) اتارا تا کہ وہ ساری دنیا والوں کو (برائی کے برے انجام سے) باخبر کرنے والا ہو۔

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ سبا، آیت نمبر۔۲۸)

اے محمدﷺ! ہم نے تم کو سارے ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور باخبر کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ (سورہ کہف، آیت نمبر۔۱۱۰)

کہئے اے نبی میں تو صرف تمہارے جیسا ایک انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا الہٰ (معبود) اکیلا ہے۔

حضرت محمدﷺ آخری رسول

حضرت محمدﷺ صرف ایک رسول اور اللہ کے سچے بندے تھے۔ ان پر آخری اللہ کا کلام قرآن نازل ہوا جو پوری دنیا کے تمام انسانوں کی زندگی گذارنے کا دستور العمل ہے۔ اس پر حضرت محمدﷺ نے خود عمل کر کے بتا دیا کہ اسی طرح ایک انسان اپنی زندگی گذار سکتا ہے اس لئے کہ اب کوئی دوسرا رسول قیامت تک نہیں آئے گا۔

اگر ہم یہ سوچیں کہ حضرت محمدﷺ ہندوستان میں کیوں نہیں پیدا ہوئے تو یہ حجت مناسب نہ ہوگی اس لئے کہ عرب میں پیدا ہونے کی وجہ عرب ملک یا عرب کی تہذیب و ثقافت یا عرب کی قوم پرستی نہ تھی بلکہ وہ زمین کے سب سے ممتاز اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے رسول یا پیغمبر بننے والے تھے اس لئے انہیں زمین کے مرکزی حصّہ مکّہ

(کعبہ) میں جو اللہ کا گھر ہے، وہاں پیدا کیا گیا، تا کہ پوری دنیا کو مرکز سے مخاطب کر سکیں اور تمام انسانوں کے لئے نمونہ بن کر دکھا سکیں اور کلام الٰہی پوری دنیا تک پھیلا سکیں۔

حضرت محمد ﷺ نے آنے کے بعد پچھلی کتابوں اور پیغمبروں کی تصدیق کی اور کہا ''جس وقت تک تمہیں کسی کتاب یا پیغمبر کا صحیح علم نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک انہیں کچھ مت کہو'' (اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہوں اور بعد میں دوسرے لوگوں نے انہیں حقائق سے دور کر دیا ہو۔

حضرت محمد ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق پچھلے تمام پیغمبروں پر یقین رکھنے اور اپنے کو آخری پیغمبر ماننے کا حکم دیا اس طرح حضرت محمد ﷺ نے کسی قومی زبان یا تہذیب و ثقافت کی تبلیغ نہیں کی، بلکہ اللہ کی جانب سے نازل آخری وحی الٰہی (جو عربی زبان میں تھی قرآن پاک کی شکل میں) پوری دنیا کے تمام انسانوں تک پہونچانے اور اس کے مطابق زندگی گذارنے کا حکم دیا۔

اس لئے اب حضرت محمد ﷺ کو اپنے آخری پیغمبر کے طور پر قبول کر کے ان کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کریں گے جس سے دنیا و آخرت کی پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور ہماری زندگی پرسکون ہو جائے گی۔

وما ارسلنك اِلا رحمة للعٰلمين

(حصّہ دوم)

حضرت محمد ﷺ سے قبل پوری دنیا کی حالت

حضرت محمد ﷺ کا نسب عالی

جب حضرت ابراہیمؑ مکہ شہر آئے تو اس وقت مکہ کے چاروں طرف قبیلہ 'جُرہُم' آباد تھے اسی خاندان میں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی کی اور ان سے جو اولادیں پیدا ہوئیں انہیں مستاربہ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ سے دو اولادیں پیدا ہوئیں۔ (۱) اسمٰعیلؑ (۲) اسحٰقؑ جس میں سے حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مکہ میں آباد ہوئی اور اسی خاندان میں حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی اس لئے آپ ﷺ اسمٰعیلی نسل سے ہوئے۔

حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے پہلے

حضرت محمد ﷺ کی ولادت چھٹی عیسوی میں اس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں چاروں طرف ظلم وزیادتی، بے ایمانی وبدکرداری، لوٹ مار جُو اشراب اور گمراہی کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ تاریکی ہی تاریکی تھی۔ روم، ایران اور عرب کی شائستہ زندگی زوال پذیر ہو چکی تھی۔ انسانی تہذیب وثقافت کے پورے درخت کو جڑ سے لیکر اوپر تک بداخلاقی، بربریت بے حیائی اور غریبوں کا خون چوسنے والی مجلس انتظامیہ کی دیمک نے کھوکھلا کر دیا تھا۔

یہودی مذہب کی حالت

یہودی مذہب چند بے جان رسم ورواج اور طور طریقہ کا نام تھا جن میں زندگی کی کوئی چنگاری باقی نہ تھی یہودی مذہب خود ایک نسلی مذہب ہے جس کے پاس دنیا کے لئے کوئی دعوت اور انسانیت کے دُکھوں کا کوئی علاج نہیں ہے۔

ایک مذہب کا وحدانیت پر یقین بھی (جو دوسرے مذہب قوموں میں اس کا مخصوص امتیاز رہا ہے) جس میں (اس کے ادب واحترام اور بنی اسرائیل کی دوسری قوموں پر اس کی اولیت کا راز پوشیدہ ہے اور جس کی وصیت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کی تھی) قائم نہ ہو سکا۔ یہودیوں نے اپنے عقیدوں کو قبول کر لیا اور ان کی کئی مشرکانہ، جاہلانہ رسم ورواج کو اپنا لیا۔ اس بات کو کچھ انصاف پسند یہودی مؤرخین نے خود ہی اعتراف کیا ہے۔

Jewish Encyclopedia VoII.XII کے صفحہ ۲۹ سے ۲۶۸ تک ایک نقل کا ترجمہ اس طرح ہے۔

''مورتی پوجا کے خلاف نبیوں کی ناراضگی یہ ظاہر کرتی ہے کہ دیوتاؤں (نبیوں) کی پرستش اسرائیلی عوام کے دلوں میں گھر کر چکی تھی اور بابل سے واپس آنے تک پوری طرح اس کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ دیگر توہم پرستی اور جادو ٹونا کے ذریعہ کئی مشرکانہ خیالات اور رسم ورواج عوام نے دوبارہ قبول کر لیا تھا۔ تالمود سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مورتی پوجا میں یہودیوں کے لئے بڑی کشش تھی۔''

بائبل کی تالمود جو یہودیوں میں بے حد مقدس سمجھی جاتی ہے اور کبھی کبھی توریت پر بھی اس کو فوقیت دی گئی ہے اور جو چھٹی صدی عیسوی میں یہودیوں میں مقبول (رائج تھی) کم عقلی، ناشائستہ الفاظ، اللہ کے حضور جسارت وگستاخی، دین وعقل کی سچائیوں کے ساتھ مذاق کے ایسے عجیب وغریب نمونوں سے بھری ہوئی ہے جن کو دیکھ کر اس صدی میں یہودی معاشرہ کی ذہنی پستی اور مذہبی ذوق کے بگاڑ کا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

عیسائی مذہب کی حالت

''عیسائی مذہب اپنے ابتدائی دور ہی میں انتہا پسندوں کے زیر اثر جاہلوں کی

تاویلات اور رومیوں نصرانیوں کی بت پرستی کا شکار ہو گیا تھا۔حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی سادہ مقدس تعلیمات ملبے کے نیچے دفن تھیں۔اور ایک اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت و بندگی کی شعا گھنے بادلوں کے اندر چھپ چکی تھی۔''

چوتھی عیسوی کے آخر میں عیسائی معاشرہ میں تثلیث کا عقیدہ کس طرح رچ بس گیا تھااس کے بارے میں ایک عیسائی دانشور نے لکھا ہے۔

یہ عقیدہ کہ خدا تین اکائیوں سے مل کر بنا ہے عیسائی دنیا کی پوری زندگی میں چوتھی صدی کے آخر میں ہی رچ بس گیا تھا جس کو مسیح دنیا سرکاری اور منظور شدہ عقیدہ کی حیثیت سے بہت دنوں تک مانتی رہی، یہاں تک کہ ۱۹ ویں صدی کے نصف میں اس اعتقاد کی تبدیلی اور اس داستاں تک پہونچنے کا راز کھلا۔

ایک ہم عصر عیسائی مورُخ Rev,J,Hous Tan Baxtor نے عیسائی سوسائٹی میں بت پرستی کی شروعات اور اس کی نئی نئی شکلوں کی (ان کی مذہبی پہچان ان کے عادات واطوار مذہبی اہتمام وتقریبات میں) اندھی تقلید، ان سے متاثر ہو کر یا جہالت کی بنا پر ان کی نقل کرنے کی خواہش اور اس معاملے میں عیسائیوں کے ذریعہ نئی نئی باتیں گڑھنے کا خوب ذکر کیا ہے۔

وہ اپنی کتاب

The History of Christianty in the light of modern knowledge (Glasgow 1929 pp 407)

میں لکھتا ہے۔

بت پرستی ختم تو ہو گئی مگر تباہ نہیں ہوئی بلکہ پوشیدہ ہو گئی۔تقریباً سب ہی کچھ جو بت پرستی میں تھا عیسائیت کے نام سے چلتا رہا۔جن لوگوں کو اپنے دیوتاؤں اور دنیاوی سرداروں سے ہاتھ دھونا پڑا تھا انہوں نے انجانے طور پر بہت آسانی سے کسی شہید کو پرانے دیوتاؤں کی خوبیوں سے مشترک بتا کر کسی مقامی بت کو اس کا نام دے دیا اس طرح کافرانہ رسم ورواج اور دیومالائی کہانیاں ان مقامی شہیدوں کے نام سے جڑ گئیں اور خدائی خوبیوں

سے مشتمل اولیاء کے عقیدے کی بنیاد پڑ گئی۔ان اولیاء نے اَریوسین کے عقیدے کی بنیاد پر انسان اور خدا کے درمیان خدائی خوبی رکھنے والے انسانوں کی شکل اختیار کر لی اور دوسری طرف یہ متوسط زمانے کی پاکیزگی اور پارسائی کی علامت بن گئے بت پرستی کو قبول کر کے ان کے نام بدل دئے گئے یہاں تک ۸۰۰ء تک پہونچتے پہونچتے سورج دیوتا کے قدیم تیوہار نے مسیح کی یوم پیدائش کی شکل اختیار کر لی۔

چھٹی صدی عیسوی جس وقت شروع ہوئی اس وقت سیریا اور عراق کے عیسائیوں اور مصر کے عیسائیوں کے درمیان لڑائی اپنے شباب پر تھی یہ لڑائی حضرت مسیح کی حقیقت و عقائد کو لے کر ہو رہی تھی۔اس کی وجہ سے مدارس گرجائیں اور مکانات سب میدان جنگ میں تبدیل ہو گئے تھے اور ایک دوسرے کی برائیوں میں مصروف اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دو مذہبوں یا دو مخالف قوموں کی لڑائی ہے۔

Ara'bs conque; t of Egypt And Last Thirty years of RomanDominian By... j.Butter, (Oxford) 1902 PP.44.45

اس کی وجہ سے عیسائیوں کو اس کی فرصت نہ تھی کہ وہ دنیاوی بگاڑ کے روک تھام اور اصلاح کی کوشش کرتے اور انسانیت کو فلاح ونجات کا پیام دیتے۔

مجوسی مذہب کی حالت

مجوسی (ایران کے پارسی) قدیم زمانے سے چار خداؤں (جن میں سب سے بڑا خدا آگ تھا) کی عبادت کرتے تھے اور انہوں نے اس کے لئے ایک مخصوص آتش کدہ اور عبادت گاہ بنائی تھی۔آگ کی پرستش ملک کے کونے کونے میں عام تھی۔اس لئے ایک منظّم اور سخت قانون بنا کر مقرر کیا گیا تھا جس کے حکم کی تعمیل لازمی تھی۔آگ کی پرستش اور سورج کی عبادت کے سوا ہر عقیدہ و مذہب وہاں مٹ چکا تھا۔ان کے نزدیک مذہب کی حیثیت

کچھ طور طریقوں اور قدیم رسم و رواج سے زیادہ نہ تھی جس کو وہ مخصوص جگہوں میں ادا کرتے تھے۔ عبادت گاہوں سے باہر وہ بالکل آزاد تھے جہاں وہ اپنی مرضی کے مطابق من مانی زندگی گذارتے تھے۔ ایک مجوسی اور ایک بے دین، ایک بے ضمیر اور بے کردار شخص میں کوئی امتیاز باقی نہ رہ گیا تھا۔

''ایران وعہدِ ساسانیان مصنف آرتھر کرسٹین سین'' نے اس زمانے کے مذہبی کاموں اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

''سرکاری ملازمین کے لئے ضروری تھا کہ وہ دن میں چار بار سورج کی پوجا کریں۔ چاند، آگ اور پانی کی پوجا اس کے علاوہ تھی۔ سونے جاگنے، نہانے، جنیو پہننے، کھانے پینے، بال بنوانے، ناخن کٹوانے، رفع حاجت کے لئے جانے اور شمع جلانے ہر کام کے لئے دعائیں تھیں جن کا پڑھنا ان پر ضروری تھا۔ ان کو اس کا بھی حکم تھا کہ آگ کسی وقت بجھنے نہ پائے اور آگ و پانی ایک دوسرے سے نہ ملیں۔ دھات کو زنگ نہ لگنے دیں اس لئے کہ معدنیات بھی ان کی نگاہ میں لائق پرستش تھے۔''

ایران کے لوگ آگ کی طرف اپنا منھ کر کے عبادت کرتے تھے، ایران کے آخری حکمراں یزدگرد نے ایک بار سورج کی قسم کھاتے ہوئے یہ بات کہی تھی۔

''میں سورج کی قسم کھاتا ہوں جو سب سے بڑا معبود ہے۔ اس نے ان عیسائیوں کو جنہوں نے عیسائیت سے توبہ کر لی تھی اس کا پابند کیا تھا کہ وہ اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے سورج کی عبادت کریں۔'' (صفحہ ۱۸۷۔۱۸۶)

ایران والے ہر زمانے میں تثلیث کا شکار رہے یہاں تک یہی ان کی پہچان بن گئی۔ وہ دو خداؤں کے قائل تھے۔ ایک روشنی یا خیر کا خدا جس کو وہ آہورمُز دا یا نیز داں کہتے تھے دوسرا ظلم کا خدا جس کا نام انہوں نے اَہرَمَنْ رکھا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان دونوں

خداؤں میں آپس میں لڑائی اور زور آزمائش برابر جاری ہے۔'' (صفحہ ۲۳۳۔۱۸۳)

ایرانی مذہبوں کے ان مؤرخین نے ان کے خداؤں کے بارے میں جو کہانیاں لکھی ہیں اور پوری مذہبی شریعت تیار کر دی ہے وہ اپنی عجائب پسندی اور کیفیت میں یونانی یا ہندوستانی دیومالا سے کسی طرح کم نہیں۔ (صفحہ ۲۰۹۔۲۰۴)

بودھ مذہب کی حالت

بودھ مذہب جو ہندوستان اور وسط ایشیا میں پھیلا ہوا تھا وہ بھی ایک ایسے بت پرستی والے مذہب میں بدل چکا تھا کہ بت ان کے ساتھ چلتے جہاں ان کے قافلے کا پڑاؤ ہوتا وہاں گوتم بدھ کی مورتی نصب کر دی جاتی اور دیکھتے دیکھتے وہ ایک معبود تیار ہو جاتا۔

تفصیل کے لئے دیکھیں ہندوستانی تمدن (اردو) مصنف ایشوراٹوپا پروفیسر भारतीय सभ्यता حیدر آباد یونیورسٹی (صفحہ ۲۰۹) اور Discovery of India مصنف پنڈت جواہر لال نہرو۔ (صفحہ ۲۰۲۔۲۰۱)

اصل علم کو اس مذہب اور اس کے بانی کے بارے میں ابھی تک یہ شبہ ہے کہ آسمان و زمین اور خود انسان کے بنانے والے خدا کے وجود پر ان کا عقیدہ و ایمان تھا یا نہیں۔ ان کو تعجب ہے کہ ایمان وعقیدہ کے بغیر یہ اتنا بڑا مذہب کیسے قائم رہ سکا۔

(دیکھیں Encyclopaedia Britannica)

ہندو مذہب کی حالت

جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے وہ دیوی دیوتاؤں کی کثرت میں دوسرے مذہبوں سے بہت آگے ہے۔ چھٹی صدی میں اس مذہب میں بت پرستی اپنے عروج پر تھی۔ معبودوں کی تعداد اس صدی میں ۳۳۰۰۰۰۰۰ تینتیس کروڑ تک بتائی جاتی ہے ہر ایک بڑا ہیبت ناک، یا فائدہ پہونچانے والی چیز معبود تھی بت تراشی بھی اپنے پورے عروج پر تھی اور

اس میں نئی باتیں نکالی جاتی تھیں۔

(Ancient India By R.C. Dutt vol.III pp.276 vksj Popular Hinduism The Masses By L.S.S. O' Malley (cambridge 1935) pp. 6&7

ایک ہندو دانشور سی وی ویدھ اپنی کتاب **History of MediaevalHindu India (Vol. lioona, 1921 PP. 101)** میں راجا ہرش (ट० ६-६४८) हर्ष کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اس زمانے میں ہندو مذہب اور بدھ مذہب دونوں ہی یکساں طور سے بت پرستی کے حامی تھے بلکہ شاید بدھ مت بت پرستی میں ہندو مذہب سے بھی آگے نکل گیا تھا، یہ مذہب حقیقت میں خدا کے انکار سے شروع ہوا لیکن آخر میں اس نے بدھ کو سب سے بڑا خدا بنالیا، بعد میں اور دوسرے خداؤں جیسے بدستور (سنسکرت میں آئندہ بدھ کے لئے مستعمل لفظ) اضافہ ہوتا چلا گیا اور خاص کر مہایان (بودھ مت کے ماننے والوں کی دو شاخیں ہیں ایک فراخ دل نظریہ پر مشتمل مہایان دوسرا تنگ نظری پر مشتمل ہینیان) مذہب (اسکول) میں بت پرستی نے اپنے مستحکم قدم جمالئے ہندوستان میں اسے اتنی شہرت ملی کہ بعض مشرقی زبانوں میں بدھ کا نام ہی بت کا مترادف ہوگیا''۔

اس میں شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا ہے کہ بت پرستی اس زمانے میں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ انڈھ مہاساگر سے پرشانت مہاساگر تک دنیا بت برستی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ عیسائی وسامی مذہب، بدھ مت مانو بتوں کے تئیں عقیدت میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگے تھے۔

I.S.S. O' Malley C.I.E., I.C.S. اپنی کتاب **Hinduism-The Popular Religion of The Masses (Cambridge 1935 PP-6-7.** میں لکھتے ہیں۔

خدا کو گڑھنے کا کام یہیں پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ مختلف زمانوں میں اس خدائی اکیڈمی یا کونسل میں اتنی بڑی تعداد کا اضافہ ہو گیا کہ اس کا شمار بھی مشکل ہے ان میں بہت سے

ہندوستان کے قدیم باشندوں کے معبود تھے جن کو ہندو مذہب کے دیوتاؤں اور خداؤں کے ساتھ شامل کرلیا گیا تھا، ان کی کل تعداد تین کروڑ بتائی جاتی ہے''۔

جہاں تک ان عربوں کا تعلق ہے جو قدیم زمانے میں دین ابراہیم کے حامل تھے اور جن کی سرزمین میں خدا کا سب سے پہلا گھر تعمیر ہوا نبوت اور نبیوں کے زمانے کی دوری اور جزیرۂ عرب میں قید رہنے کی وجہ سے بہت نچلی سطح کی بت پرستی میں مبتلا تھے۔ جن کی نظیر ہندوستان کے بت پرستوں اور مشرکوں کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ وہ شرک میں بھی بہت آگے تھے اور خدا کو چھوڑ کر بہت سے معبود انہوں نے بنائے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ بنائے ہوئے معبود کائنات کے نظم ونسق میں خدا کے شریک ہیں اور نفع ونقصان پہونچانے اور زندہ رکھنے اور مارنے کی اپنے اندر طاقت وقدرت رکھتے ہیں گویا کہ پوری عرب قوم بت پرستی میں ڈوب چکی تھی ہر قبیلہ اور علاقہ کا الگ معبود تھا بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر گھر بت کدہ تھا۔

خود کعبہ کے اندر اور اس کے صحن میں (جس کو حضرت ابراہیمؑ نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا تھا) ۳۶۰ بت تھے وہ بتوں اور معبودوں کی عبادت سے آگے بڑھ کر ہر طرح کے پتھروں کو پوجنے لگے تھے اور فرشتوں، جنوں اور ستاروں کو بھی اپنا معبود سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں جن ان کے شریک کار ہیں، اس وجہ سے ان کی طاقت وعظمت کے حامل تھے اور ان کی عبادت کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

ہندوستان کی حالت

ہندوستان جو قدیم زمانے میں ریاضی، علم نجوم، طب وفلسفہ میں بڑا نام پیدا کر چکا تھا اس کے بارے میں مؤرخین کی عام رائے یہ ہے کہ اس کا مذہبی، اخلاقی اور اجتماعی طور سے سب سے زیادہ تاریکی کا زمانہ چھٹی صدی عیسوی کی ابتداء سے شروع ہوتا ہے بے حیائیوں اور عیش وعشرت سے ان کی عبادت گاہیں بھی پاک نہ تھیں اور ان کاموں میں کوئی

برائی نہیں سمجھی جاتی تھی کیونکہ مذہب میں ان کو پاکیزگی اور عبادت کا رنگ دے دیا تھا۔ عورت کی کوئی قیمت باقی نہ رہی تھی۔ شوہر اپنی بیوی کو جوئے میں ہار جاتا تھا۔

(مہابھارت کا ابتدائی باب)

اگر اس کا شوہر مر جاتا تھا تو وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مری ہوتی تھی نہ شادی کر سکتی تھی نہ اسے کوئی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا شوہر کی موت پر عورت کو ستی ہو جانے کا اعلیٰ اور با عزت گھرانوں میں رواج تھا یہ قبیح رسم و رواج حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دئے گئے وعظ و نصیحت کی تاثیر کے بعد ہی ختم کی جا سکی۔

(دیکھیں فرانسیسی مسافر برنیر बर्नियर کا سفرنامہ اور وسط زمانے کے راجستھان کی تاریخ)

ہندوستان اپنے پڑوسیوں اور دنیا کے اور دوسرے ملکوں کا برادری میں اونچ نیچ اور انسانوں کے بیچ بھید بھاؤ کرنے میں بہت آگے تھا۔ یہ ایک سخت و بے رحم معاشرتی نظام تھا، جن میں نرمی اور لچک کی کوئی گنجائش نہ تھی بھید بھاؤ کے اس برتاو کو مذہب کا تحفظ حاصل تھا اور آریہ حملہ آوروں کی مصلحت مذہب کے ٹھیکیدار برہمنوں کے مفاد کی بھی یہی مانگ تھی۔ یہ نسلی انتظام ان کی بنیاد پر ٹکا تھا جو مختلف برادریوں اور ذاتوں میں پیڑھی در پیڑھی چلے آ رہے تھے۔ اس کے پیچھے ان ملکی سیاسی اور مذہبی قانون کی طاقت تھی جسے ان ہندو قانون شازوں نے بنایا تھا جو مذہبی حیثیت کے بھی مالک تھے۔ یہ قانون جوں کا توں پورے معاشرے پر عائد تھا اور اسے زندگی کا دستور العمل سمجھا جاتا تھا۔ اس نے ہندوستان کے لوگوں کو چار طبقوں میں بانٹ دیا تھا۔

(۱) دھرم (مذہب) کے ٹھیکیدار اور پروہت جن کو برہمن کہا جاتا تھا۔

(۲) سپاہی اور فوج میں بھرتی ہونے والے لوگ یعنی 'چھتری'

(۳) زراعت پیشہ و تجارت کرنے والے یعنی وَیش

(۴) نوکر چاکر اور خدمت کار یعنی اچھوت (شُوُدر)

یہ آخری طبقہ (جو سب سے بڑی تعداد میں تھا) مکمل پامال تھا اس کے بارے میں لوگ سمجھتے تھے کہ وہ خالق کائنات کے قدموں سے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے اس کا کام صرف ان تینوں طبقوں کی خدمت کرنا اور آرام و راحت پہونچانا ہے۔

اس قانون نے برہمنوں کو اتنے اختیار دے دیئے تھے اور انہیں اتنا بلند مرتبہ دیا تھا کہ کوئی دوسرا ان کے برابر نہ تھا برہمن کے سارے گناہ معاف تھے چاہے وہ تینوں دنیاؤں کے اپنے گناہوں اور بدکرداریوں سے تباہ و برباد کر دے۔ اس پر کوئی ٹیکس نہیں لگایا جا سکتا اس کو کسی حالت میں بھی سزائے موت نہیں دی جا سکتی تھی۔ اس کے برعکس اچھوت نہ کچھ کما سکتے تھے اور نہ جمع کر سکتے تھے، نہ کسی برہمن کے پاس بیٹھ سکتے تھے نہ اس کے جسم کو چھو سکتے تھے نہ مقدس کتابوں کا پڑھنا ان کے لئے جائز تھا۔ **(دیکھیں منوشاستر ادھیائے ۱۱،۱۰،۹،۸،۲،۱)**

پورا ملک انتشار کا شکار تھا اور ٹکڑے ہو رہا تھا اس میں سیکڑوں ریاستیں تھیں جو ہمیشہ جھگڑتی رہتی تھیں۔ بدامنی و بدنظمی اور عوام کی طرف سے لاپرواہی اور ظلم و زیادتی ہر جگہ تھی اس کے علاوہ یہ ملک دنیا سے کٹ کر زندگی گزار رہا تھا۔ اس میں کمزوری آ گئی تھی یہ عادتوں، طور طریقوں اور رسم و رواجوں کے حال میں پھنسا طبقاتی کش مکش اور اونچ نیچ کا شکار تھا اور خون، نسل و نسب کے بھید بھاؤ سے متاثر تھا۔ ایک ہندو مؤرخ وِدیا دھر مہاجن سابق پروفیسر، تاریخ، پنجاب یونیورسٹی کالج، ہندوستان کی حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہندوستان کے لوگ ساری دنیا سے کٹے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ میں مگن اور دنیا کی حالت سے بے خبر تھے اس بے خبری نے ان کی پوزیشن کو بہت کمزور کر دی تھی ان میں جمود پیدا ہو چکا تھا اور زوال کی علامت دکھائی پڑنے لگی تھی۔ اس زمانے کے لٹریچر میں کوئی جان نہیں تھی، فن تعمیر، مصوری اور دوسرے فنونِ لطیفہ میں بھی کمزوری تھی ذات پات کی پابندیاں سخت تھیں، بیواؤں سے شادی نہیں کی جاتی تھی کھانے پینے کے سلسلے میں

سخت بندش تھی اچھوت بستیوں کے باہر رہنے پر مجبور تھے۔

Muslim Rule In India By V.D. Mahajan New Delhi 1970 PP.33

ہندوستان کی تاریکی کا دور

سچا مذہب ہندوستان سے ندارد ہو چکا تھا، یہاں بھی مذہبی معاشرتی اور اخلاقی تن تنزل عروج پر تھا۔ یہ زمانہ ہندوستان کے مذہبی تاریخ کا سب سے زیادہ تاریکی کا زمانہ مانا جاتا ہے۔ اس وقت برہمن واد کی حکومت کا پھر آغاز ہو رہا تھا اور بدھ مذہب تقریباً غائب ہو چکا تھا، دیوتاؤں کا اضافہ زوروں پر تھا۔ دیوتاؤں کی گنتی بڑھتے بڑھتے ۳۳ کروڑ پہونچ چکی تھی۔

عالمی شہرت یافتہ مسلم مذہبی دانشور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس زمانے کی مذہبی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''چھٹی صدی میں بھارت میں بت پرستی عروج پر تھی۔'' وید میں دیوتاؤں کی تعداد ۳۳ تھی جو اس دور میں آتے آتے ۳۳ کروڑ ہو چکی تھی۔ اس زمانے میں ہر پسندیدہ شئے، ہر کشش رکھنے والی، زندگی کی ہر ضرورت کو پوری کرنے والی چیز دیوتا بن گئی تھی، جس کی پوجا کی جاتی تھی۔ ان دیوتاؤں اور معبودوں میں معدنیات پتھر، درخت، پیڑ پودے، پہاڑ، اور دریا، جانور اور یہاں تک کہ عضو تناسل سب ہی مشتمل تھے بڑے دیوتا شیو کے عضو تناسل کی پوجا ہوتی تھی اور بچے، جوان، عورتیں سب اس میں شریک ہوتے تھے۔ مرد ننگی عورتوں اور عورتیں ننگے مردوں کی پوجا (عبادت) کرتی تھیں۔

اس पौराणिक (پران پڑھنے والے) زمانہ میں ذات پات کا بھید بھاؤ اپنی آخری حدتک پہونچا ہوا تھا جس سے پورا معاشرتی نظام درہم برہم ہو گیا تھا۔

ہندوستانیوں کو برہمن، چھتری، ویش، شودر کو چار طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایسے قانون بنائے گئے تھے جس سے انصاف کا قتل ہوتا تھا۔ ونش، کل اور فرق کی بنیاد پر

ناجائز سہولیات دی جاتی تھیں، ایک عورت کے کئی کئی مرد ہوتے، بیواؤں کو قانونی طور پر ہر آرام وراحت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اختصار میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قدرتی ہریالی اور دولت سے لبریز ملک سچی آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے ایک لمبے عرصے تک محروم رہنے کی وجہ سے تخیلات اور رسم ورواج کا شکار بن گیا تھا۔

روم کی حالت

یونان کے زوال کے بعد رومی حکومت دنیا کی سب سے زیادہ طاقت ور حکومت سمجھی جاتی تھی لیکن چھٹی صدی کے آخری مرحلے میں یہی حکومت اپنی تنزلی کی آخری حدتک پہونچ چکی تھی۔ جن لوگوں نے مسیحی مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا وہ بھی وحدانیت کے افکار سے محروم تھے۔ مسیحی ہدایت کی کوئی بھی علامت ان میں نہیں تھی۔ وہ باپ بیٹا، پاکیزہ روح اور مریمؑ کو خدا ماننے لگے تھے۔ سیکڑوں مذہبی راستے بن گئے تھے قبروں کی عبادت عام ہو گئی تھی پوپوں نے اور ان کے بعد دوسرے درجہ کے افسران نے اپنے اپنے علاقوں میں شاہانہ اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے رکھے تھے۔ ان کے احکامات خدائی احکامات سمجھے جاتے تھے مذہب کی بلندی تخیل سنیاس اور رہبانیت میں پوشیدہ تھی۔

مشہور فلاسفر گبنؔ کہتے ہیں

''چھٹی صدی عیسوی کے آخر عشرہ میں رومی حکومت اپنی تباہی و بربادی کے نقطہ پر پہونچ چکی تھی''۔

لارڈ ہیڈلی کا قول

''رومی سلطنت بدترین حالت میں مبتلا تھی۔ امن وامان کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ چھوٹے خیالات ونظریات ار بکھراؤ و بدنظمی کا دور دورہ تھا رشوت خوری و برائیوں کا چلن تھا۔

حد یہ ہے کہ قوم کے رکھوالے اور چرچ کے نمائندے بھی اس سے بچ نہیں پائے تھے۔

تہذیب وثقافت کے ستون اپنی جگہ چھوڑ چکے تھے۔ رومی حکومت کی مثال اس بڑے تناور درخت کی سی تھی جس کے سائے میں دنیا کی قومیں پناہ لیتی تھیں اور اب صرف اس کا تنا رہ گیا تھا جو روز بروز سوکھتا جا رہا تھا۔

ایرانی حکومت کی حالت

ایرانی حکومت جس نے تہذیب وثقافت کی ترقی وخوشحالی میں رومی حکومت سے برابر کی ٹکر لی تھی وہ بھی ایک لمبے عرصے سے اخلاقی زوال کا شکار ہوگئی تھی جن لوگوں سے ازدواجی رشتہ قائم کرنا دنیا کے سبھی لوگ ناجائز سمجھتے تھے انھیں ایرانیوں نے اپنے لئے جائز سمجھ لیا تھا جابز دگر د روم نے پانچویں صدی کے آخر میں اپنی بیٹی سے شادی کیا اور پھر اس کو قتل کر دیا۔

پروفیسر آرتھر کرسٹن کے مطابق۔

چھٹی صدی میں عرب میں بھی ہر طرف خوشحالی پھیلی ہوئی تھی۔ عرب عام طور پر قبائلی وخاندانی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپس میں ذات برادری کا جذبہ تھا کئی نسلوں تک ایک قبیلے کی جنگ دوسرے قبیلے سے چلتی رہتی تھی ساری قوم جہالت، بداخلاقی، بھوک مری، فحاشی اور خانہ جنگی کا شکار تھی۔ کچھ لوگ سورج دیوتا کی پرستش کرتے تھے اور کچھ چاند کی پرستش کرتے تھے یہ لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بت پرستی کا عقیدہ اتنا عام ہوگیا تھا کہ جہاں کوئی خوبصورت سا پتھر مل جاتا اسی کو پوجنے لگتے تھے۔ شراب کا عام چلن تھا۔ مدینہ کے عربی اور یہودی سودی کاروبار میں بدمزاجی وتشدّد کی حدیں پار کر چکے تھے۔ زنا کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ عورتوں کو معاشرہ میں کوئی

عزت حاصل نہیں تھی بے شرمی کی نوبت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ ننگے مرد ننگی عورتیں خانہء کعبہ کا طواف کرتی تھیں اور اسے مذہبی اُمور سمجھتے تھے۔

فرانسیسی کانسٹن ویرذیل لکھتے ہیں۔

''نبی کی آمد سے قبل عربوں کے مزاج میں تکبر وگھمنڈ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ ایک دوسرے پر اپنی برتری جتاتے تھے۔ کوئی دوسرا ان کا حاکم نہ تھا۔ ہر ایک خود ہی اپنا بادشاہ تھا۔ خودمختاری وآزادی کا ان میں بڑا جوش تھا''۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے مطابق

اس وقت کی دنیا کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی کتاب 'انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر' صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں۔

''محمد ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی کیفیت بعینہ ایک مکان کی سی تھی۔ جس کی بنیادیں ایک سخت زلزلے نے ہلا دی تھیں اس کی ہر چیز بے محل وبے قرینہ تھی اس عمارت کا ساز وسامان زیر وزبر ہوگیا تھا اور کہیں بالکل جھاڑ وپھر گئی تھی دیکھنے والے کو وہاں ایسا انسان نظر آتا تھا جس کی نظر میں اپنی ہستی خود حقیر تھی وہ درخت، پتھر اور پانی کی پرستش کرنے لگا تھا''۔

ایسے جہالت کے دور میں جب پوری دنیا میں روح انسانیت تباہی وبربادی اور ظلم وستم سے خوفزدہ ہوکر چیخیں مار رہی تھی مگر کوئی اس کی آہ وزاری کو سننے والا نہیں تھا فلسفۂ یونان فالج زدہ تھا۔ منی اور کنفیوشس کی تعلیمات بے حال تھی ویدانت، بدھ کے خیالات اور انسانیت کا استحصال ہو چکا تھا۔ اُنہیں معلوم تک نہ تھا کہ انسان ہونے کے ناتے دوسرے انسانوں کے ساتھ ان کے کیا فرائض ہیں انہیں پتہ تک نہ تھا کہ انسانیت، شرافت اور تہذیب وتمدن کس جانور کا نام ہے انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ کارِ خیر اخلاق اور تقویٰ کسے کہتے ہیں انسانیت کس چیز کا نام ہے، یہ تھی اس دور کے اہل عرب کی حالت۔

اللہ ایسی حالت کو پسند نہیں کرتا اسے انسانوں کی اتنی گمراہیت نہیں بھاتی۔ ایسی بری اور شیطانی صفت رکھنے والے انسانوں کی رہنمائی وتعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم وکرم سے انہی کے بیچ حضرت محمد ﷺ کو پیدا کیا اور حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ لوگوں کے برے فعل اور بری رسم ورواج پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو ان کے لئے نمونہ بنایا جس کا فائدہ یہ ہوا کہ وہ حیوانیت وشیطانیت کو چھوڑ انسان بن گئے۔

یہ تھا اس سیدالمرسلین وخاتم النبیّن کے بھیجے جانے کا مقصد یہ تھا اس رحمت للعٰلمین کے نزول کا منشا، یہ مذہب اس محبوب ہستی کے ذریعہ بھیجا گیا جس کو منیر، نذیر، ھادی، مصطفٰی، عزیز، امام، مدثر، مزمل، مذکر اور خیر خلق اللہ وغیرہ جیسے پاکیزہ نام دیئے گئے ہیں۔

''اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی تخلیق سے اللہ تعالیٰ کا مقصد ومنشا یہ تھا کہ اسی مذہب کے ایسے ماننے والے پیدا ہوں جو انسانیت کی بھلائی چاہنے والے تھے اس رواج کو ''مثلہ'' کہا جاتا تھا۔ جنگ میں جو عورتیں بچے قید ہو کر آتے تھے ان کو بھی مار ڈالا جاتا تھا، حاملہ عورتوں کا حمل ضائع کر دیا جاتا تھا، سوئے ہوئے آدمیوں پر حملہ کر دیا جاتا تھا۔ انسانوں کا سر، کان وغیرہ کاٹ کر ان کا ہار پہنا جاتا تھا۔''

عام لوگوں کا مذہب

لوگوں کا عام مذہب بت پرستی تھا،، ہر خاندان کا الگ الگ دیوتا تھا۔ یہ تھی وہاں کے لوگوں کی حالت! یعنی وہ انسانیت سے بہت دور جا پڑے تھے، ذرا سی بھی شرافت نہ تھی، اخلاق کا دیوالہ نکل چکا تھا۔ ایمان دھرم نام کو نہ تھا ہمدردی ورحم دلی سے ان کے دل خالی ہو چکے تھے۔ دوسروں کا نقصان پہنچاتے ہوئے نہ ان کو خوفِ خدا تھا اور نہ فرائض انسان کا دھیان دوسرے کو تکلیف دیتے ہوئے بھی ان کے دل میں رحم نہ آتا تھا، وہ کہنے کو تو انسان تھے مگر ان کا مزاج جانوروں جیسا تھا۔ وہ تشدد پسند تھے جو اپنی ہم قوم انسانوں کو بھی پل بھر

میں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے تھے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر دوسروں کی جان لے لینا کھیل سمجھتے تھے دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عزت کو تاراج کرنے میں ان کو بڑی خوشی ملتی تھی۔ دوسروں کی جان ومال کے نقصان پر وہ بڑی مسرت کا اظہار کرتے تھے۔

دوسروں پر ظلم وزیادتی کرنے میں ان کو بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ معصوم بچوں کو یتیم اور شادی شدہ عورتوں کو بیوہ بنا دینا ان کا شیوہ تھا۔ لاچار اور بے بس لوگوں پر حملہ کرنا ان کی فطرت تھی دوسروں کے مال کو لوٹ لینا وہ اپنا دھرم سمجھتے تھے۔

دوسروں کے مال واسباب ناجائز طریقے سے حاصل کر لینا کارِثواب جانتے تھے۔ وہ مذہب وشریعت کے معنی بھول چکے تھے انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ انسان ہونے کی وجہ سے دوسرے انسانوں کے لئے ان کے کیا فرائض ہیں اہل عرب اس وقت جاہل، غیر مہذب، اور اکھڑ، وحشی، ضدی، اڑیل، جھگڑالو اور غلط فہمیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ تعلیم اتنی کم تھی کہ حضرت محمدؐ کے نبی ہونے تک صرف ۱۷ آدمی تعلیم یافتہ تھے۔ اس تعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم نہ کے برابر تھی۔

جوا، شراب، زنا کاری، بدچلن کا عام چلن تھا اپنی باندیوں سے زنا کے ذریعہ مال جمع کرتے تھے۔ بہوتک سے شادی کر لیتے تھے۔ باپ کی بیوی پر وارث ہونے کی حیثیت سے بیٹا قبضہ کر لیتا تھا، بیوی چھوڑنے کا بہت ہی زیادہ رواج تھا، شوہر جب چاہتا بیوی کو چھوڑ سکتا تھا، کوئی قاعدہ قانون نہ تھا، شادی کی کثرت کی کوئی حد نہ تھی۔

لوگ نسب پر بہت فخر کرتے تھے۔ خاندانی جاہ وحشمت پر بڑا گھمنڈ کرتے تھے۔ اسی وجہ سے غلامی رائج تھی۔

ایک پیدائش پر وہ عورت فیصلہ کر دیتی تھی کہ بچہ کس کا ہے، تو ہم پرستی کی بھرمار تھی۔ ہر کام میں شگن لیا جاتا تھا، مورتیوں پر انسانوں کی قربانی دی جاتی تھی۔ قبر کے پاس اونٹ باندھ کر اس کو بھوکا پیاسا مارنا کارِثواب سمجھا جاتا تھا لڑکیوں کو زندہ گاڑ دیا جاتا تھا۔

اگر قحط پڑتا تو گائے کی دم میں گھاس باندھ کر آگ لگادی جاتی تھی ، اس یقین و اعتماد کے ساتھ کہ یہ آسمان سے پانی کھینچ لیگی۔انتقامی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، ذرا ذرا سی باتوں پرخون بہہ جاتا تھا۔ایک انسان کی ہلاکت کے بعد اس کے ناک کان بھی کاٹ دیئے جاتے تھےاس وقت ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک ایسی قوم ہو جو دنیا میں امن و امان قائم کرنے والے اور بھلائی کے راستے پر چلنے والے ہوں، جو رحم دل ہوں عادل اور انصاف پسند ہوں، اللہ سے ڈرنے والے ہوں، عورتوں اور بچوں کے محافظ ہوں، بوڑھوں اور کمزوروں پر رحم کرنے والے ہوں، حلال روزی کمانے والے ہوں، کسی کا حق چھیننے والے نہ ہوں، کسی پر ظلم وزیادتی کرنے والے نہ ہوں، اپنی آمدنی پر مطمئن ہوں، متقی و پرہیزگار ہوں، دنیاوی دولت کو زہد اور خوفِ خدا کے آگے حقیر سمجھنے والے ہوں۔

ایسے بدتر حالات میں انسانیت کی نیّا کو بھنور سے نکال کر پار لگانے کے لئے حضرت محمد ﷺ کی پیدائش ملک عرب میں ہوئی آپ کی آمد کا مقصد دنیا کو تنزلی کے غار سے نکال کر انسانیت کے عروج پر پہونچانا تھا۔آپ ؐ اللہ تعالیٰ کے رسول اور پیغمبر بن کر آئے تاکہ ساری دنیا کو روشن کریں۔آپ ؐ دنیا کے سبھی انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک خدا کی بندگی کا راستہ دکھانے کے لئے آئے تھے۔

حضرت محمد ﷺ جزیرۂ عرب ہی میں کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے عربوں کا انتخاب اس لئے کیا اور ان کو ساری دنیا میں اس کی تبلیغ و اشاعت کا ذمہ دار بنایا کہ ان کے دلوں کی تختی بالکل صاف تھی اس میں پہلے سے کچھ نہ تھا جن کو مٹانا مشکل ہوتا، برخلاف رومیوں، ایرانیوں یا ہندوستانیوں کے، جن کو اپنی ترقی، صنعت و حرفت تہذیب و تمدن اور فلسفہ پر بڑا ناز تھا اور اس کی وجہ سے ان کے اندر کچھ نفسیاتی گرہیں پڑ گئی تھی جن کا دور ہونا آسان نہ تھا۔عربوں کے دماغ کی سادہ تختیاں صرف

ان معمولی اور ہلکی پھلکی تحریروں سے آشنا تھیں جن کو ان کی جہالت ، ناخواندگی اور بدوی زندگی نے ان میں لکھ دیا تھا اور جن کا دھونا اور مٹانا اور ان کی جگہ نئی تحریر لکھنا بہت آسان تھا۔ موجودہ علمی اصطلاح میں وہ جہل سادہ کے شکار تھے اور یہ وہ غلطی ہے جس کا ازالہ ہوسکتا ہے دوسرے مذہب اور ترقی یافتہ قومیں ’’योगिक अज्ञानता‘‘ میں مبتلا تھیں جس کا علاج اور اسے مٹاکر نئے حروف لکھنے کا کام ہمیشہ بے حد دشوار ہوتا ہے۔

یہ عرب اپنی اصل فطرت پر تھے مضبوط اور پختہ ارادہ کے مالک تھے اگر حق بات ان کی سمجھ میں نہ آتی تو وہ اس کے خلاف تلوار اٹھاتے اور اگر حق بات سمجھ میں آجاتی تو وہ اس سے دل و جان سے زیادہ محبت کرتے اور اس کو گلے لگاتے اور اس کے لئے جان تک دینے میں پس و پیش نہ کرتے۔

عربوں کی اس ذہنیت کی جھلک سہل بن عمرو کے ان الفاظ میں ملتی ہے جو صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تحریر کے وقت ان کی منہ سے نکلے معاہدہ کے ابتدائی الفاظ یہ تھے۔

’’یہ وہ ہے جس کا فیصلہ محمد رسول ﷺ نے کیا‘‘ انہوں نے کہا واللہ اگر ہم یہ جانتے اور مانتے کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو نہ آپ کو اللہ کے گھر سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی کرتے‘‘۔یہ ذہنیت عکرمہ بن ابی جہل کے الفاظ میں بھی جھلک رہی ہے جب یرموک کی لڑا ئی اپنے شباب پر تھی اور عکرمہ پر بڑا دباؤ پڑ رہا تھا جب رومی چڑھائی کرتے ہوئے عکرمہ کی طرف بڑھے تو انہوں نے ان کو للکار کر کہا کہ عقل کے دشمنوں!

(جب تک بات میری سمجھ میں نہیں آئی) میں رسول ﷺ کے مقابلہ میں ہر جگہ ڈٹا رہا آج میں تم سے بھاگوں گا؟ پھر انہوں نے پکار کر کہا کہ ہے کوئی جو مجھ سے موت پر بیعت کرے؟ کچھ لوگ آئے اور بیعت کی پھر وہ آگے بڑھ کر لڑنے لگے یہاں تک کہ زخمی ہوئے اور شہادت پالی۔ (تاریخ طبری حصہ ۴ صفحہ ۳۶ دیکھیں)

یہ عرب بڑے حقیقت پسند، سنجیدہ، نیک طبیعت، صاف گو، محنت کش تھے وہ نہ دوسروں کو دھوکہ دیتے تھے نہ اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنا پسند کرتے تھے۔ سچّی اور پکّی بات کے عادی، بات کی لاج رکھنے والے اور پختہ ارادہ کے مالک تھے اس کا ایک نمونہ بیعت عقبۂ ثانیہ میں ہمیں نظر آتا ہے جس کے بعد مدینہ طیبہ کی ہجرت کی شروعات ہوئی۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب اوس وخزرج (عرب کے قبیلوں کے نام) عقبہ میں رسول ﷺ سے بیعت کرنے کے لئے جمع ہوئے تو عباس بن عُبادہ الخزرجی نے اپنی قوم، کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے اہل خزرج! کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم رسول ﷺ سے کس چیز پر بیعت کرر ہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں'' کہنے لگے تم ان سے احمر واسود ہر طرح کے لوگوں سے جنگ پر بیعت کرر ہے ہو (یعنی بہت بڑی تعداد اور مختلف قسم کے لوگوں سے) اگر تم ایسا سوچتے ہو کہ تمہارے مال لوٹ لئے جائیں گے اور تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے تو تم ان کو دشمنوں کے حوالے کر کے الگ ہو جاؤ گے۔ اگر ایسا ہے تو ابھی اس بات کو ختم کر دو اس لئے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو واللہ دنیا وآخرت دونوں جگہ کی رسوائی ہے۔

اور اگر تمہارا فیصلہ یہ ہے کہ جس چیز کے لئے تم نے ان کو بلایا ہے اس کو پورا کرو گے چاہے تمہارا سارا مال واسباب تہس نہس ہو جائے تمہارے جسم وسردار قتل کر دیئے جائیں تو اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دو۔ اس وقت اس میں خدا کی قسم دنیا وآخرت دونوں جگہ کی کامیابی و بھلائی ہے ان لوگوں نے جواب دیا کہ مال و دولت کی تباہی اور سرداروں کے قتل ہر چیز پر ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ لیکن اے اللہ کے رسول اگر ہم نے یہ عہد پورا کیا تو اس کا بدلہ کیا ملے گا؟۔

آپؐ نے فرمایا جنت، کہنے لگے بڑھایئے۔ آپؐ نے اپنا دست مبارک آگے کیا اور ان سب نے آپؐ سے بیعت کی۔ (سیرت ابن ہشام حصہ ۱ صفحہ ۴۴۶ طبع دوم)

اور حقیقت میں انہوں نے اس عہد کو جس پر آپؐ سے بیعت کی تھی پورا کیا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشہور جملے میں ان سب کی ترجمانی کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ خدا کی قسم اگر آپؐ چلتے چلتے برک الغماد **(برک الغماد کے بارے میں مختلف اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ وہ یمن کی کوئی سُدُور نامی جگہ ہے سُہیلی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حبشہ ہے مقصد یہ ہے کہ اگر آپ بہت دور تک جائیں گے تو بھی ہم ساتھ نہ چھوڑیں گے)** تک پہونچ جائیں گے تب بھی ہم آپؐ کے ساتھ چلتے رہیں گے اگر آپؐ اس سمندر کو عبور کرنا چاہیں گے تو ہم آپؐ کے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔

وہ بات کے پکے اور ارادہ کے سچے تھے کام میں ان کی لگن اور حق کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا پتہ اس جملہ سے بھی ملتا ہے۔ جو اسلامی فوج کے مشہور سپہ سالار عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ جب فتوحات کی راہ میں بحر اٹلانٹک کے سبب رکاوٹ پیدا ہوئی تو انہوں نے کہا۔ خدایا! یہ سمندر راستے میں حائل ہے ورنہ جی چاہتا ہے کہ برابر آگے بڑھتا جاؤں اور بحر و بر میں تیرے نام کا ڈنکا بجادوں۔

ایرانی تہذیب وتمدن

روم وایران کے لوگ دنیاداری اور ہوا کے رخ کے عادی تھے۔ ناانصافی اور ظلم و زیادتی کے خلاف وہاں آواز نہیں اٹھی کوئی دعوت عقیدہ ان کے دل و دماغ میں اس طرح رچ بس نہیں پاتا تھا کہ وہ اس کے لئے اپنی دنیاداری اور عیش وعشرت کی بازی لگادیں۔

تہذیب وثقافت اور عیش وآرام طلبی کی پیدا کی ہوئی ان تمام بیماریوں اور خرابیوں سے اہل عرب محفوظ تھے۔ ان بیماریوں کا علاج بڑا کٹھن ہوتا ہے اور یہ ایمان وعقیدہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہیں اور اکثر آدمی کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتی ہیں اہل عرب کے اندر سچائی بھی تھی، ایمان داری بھی اور بہادری بھی، ان کا مزاج دوہری پالیسی اور سازش کو

پسند نہ کرتا، ان میں وہ سبھی خوبیاں تھیں جو دنیا میں کوئی بڑا کام کرنے والی قوم کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ خاص کر اس وقت جب لڑائیوں کا زمانہ تھا تب بہادری کا عام چلن ہوا، اہل عرب جی جان سے لڑنے والے زیادہ تر وقت گھوڑے کی پیٹھ پر گزارنے والے استقامت، قوت مدافعت اور متحمل مزاج کے مالک سادی زندگی کے عادی، شہ سواری اور فنون جنگ کے رسیا تھے۔

دوسری بات یہ کہ ان کی فکری و عملی قوتیں اور پیدائشی صلاحتیں جنگوں میں برباد نہیں ہوئی تھیں۔ یہ ایک محفوظ قوم تھی، جو زندگی کی حرارت، جوش و خروش، خواہشات اور پکے ارادے سے بھرپور تھی آزادی، مساوات کی خواہش، فطرت اور قدرتی مناظر سے لگاؤ اور سادگی اہلِ عرب کی گھٹی تھی۔ اسے کبھی کسی غیر ملکی حکومت کے سامنے جھکنا نہیں پڑا تھا۔ یہ قوم غلامی اور ایک انسان پر حکم چلانے کے مطلب سے ناآشنا تھی اس کو ایرانی و رومی حکومتوں کے گھمنڈ اور انسان و انسانیت کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا اس کے برعکس ایرانی بادشاہ (جزیرہ عرب کے پڑوس میں تھے) مافوق البشر سمجھے جاتے تھے اگر ایرانی بادشاہ کا آپریشن ہوتا یا کوئی دوا استعمال کرتا تھا، تو راجدھانی میں اعلان کر دیا جاتا تھا کہ آج بادشاہ سلامت کے پھوڑے کا آپریشن ہوا ہے یا دوا کا استعمال کیا ہے۔

اس اعلان کے بعد شہر میں نہ کوئی پیشہ ور اپنے پیشے میں مشغول رہتا اور نہ کوئی سرکاری درباری آدمی کوئی کام کر سکتا۔ اگر اس کو چھینک آتی تو اس کے لئے کسی کو دعائیہ الفاظ کہنے کا حق نہ تھا۔ وہ خود اگر دعا کرتا تو کوئی آمین بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ اگر وہ اپنے وزرا اور امرا میں سے کسی کے گھر تشریف لے جاتا تو وہ دن بہت غیر معمولی اور اہم سمجھا جاتا اور اس دن خاندان کی نئی جنتری شروع ہوتی ہے خط و کتابت میں نئی تاریخ ڈالی جاتی ایک مقررہ وقت کے لئے ٹیکس معاف کر دیا جاتا اور وہ شخص نوازشوں، عہدوں، معافیوں اور

ترقیوں سے نوازا جاتا۔ محض اس لئے کہ بادشاہ نے اپنی آمد سے اس کی عزت بڑھائی ہے۔

یہ عزت و احترام، تہذیب و اخلاق ان خانہ پری کے علاوہ جن کی اتباع کرنا ارکانِ سلطنت، واہلِ دربار اور دوسرے تمام آدمیوں کے لئے ضروری تھا جیسے ان کے سامنے ہاتھ باندکر کھڑے رہنا (یعنی سینے پر ہاتھ رکھ کر ادب کے ساتھ سر جھکا دینا) ان کے سامنے ادب کے ساتھ اس طرح کھڑے رہنا کہ جس طرح نماز میں کوئی خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ خسرو اول (۵۳۱ سے ۵۷۹ ع) کے عہد حکومت کا ہے جو دنیا میں تو شیروانِ عادل کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایران کے ان بادشاہوں کا کیا حال ہوگا جو ظلم و زیادتی اور بے رحمی کے لئے دنیا میں مشہور تھے۔ آزادئی خیال (نہ کہ نکتہ چینی) وسیع ایرانی سلطنت میں تقریباً ختم تھی طبری نے اس سلسلے میں نوشیروانِ عادل کی ایک دلچسپ کہانی بیان کی ہے جس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے ایرانی سلطنت میں اظہار خیال پر کتنی سخت پابندی تھی اور شاہی دربار میں منھ کھولنے کی کیا قیمت چکانی پڑتی تھی۔

اس واقعہ کو ایران یا عہد ساسانیان کے مصنّف نے طبری کے حوالہ سے لکھا ہے۔

اس نے اصلاح کاروں کی ایک میٹنگ کی اور وزیر کو حکم دیا کہ لگان کی نئی دریں پڑھ کر سنائے۔ جب وہ پڑھ چکا تو خسرو نے دوبارہ حاضرین سے پوچھا کہ کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟ سب چپ رہے جب بادشاہ نے تیسری مرتبہ یہی سوال کیا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور ادب و احترام کے ساتھ پوچھنے لگا کہ کیا بادشاہ یہ چاہتے ہیں کہ ناپائدار چیزوں پر دائمی ٹیکس لگایا جائے جو ہمیں ناانصافی کی طرف لے جائے گا، اس پر بادشاہ للکار کر بولا، ''اے گستاخ! تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وزراء میں سے ہوں بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو قلم دانوں سے پیٹ پیٹ کر مار ڈالو۔ اس پر ہر ایک وزیر

نے اپنے اپنے قلم دانوں سے اس کو مارنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ بے چارہ مر گیا۔اس کے بعد سب نے کہا۔ ”اے بادشاہ! جتنے ٹیکس آپ نے حصہ پر لگائے ہیں وہ ہمارے خیال سے سب انصاف پر مبنی ہیں“۔

ہندوستانی تہذیب وتمدن

ہندوستان میں پسماندہ طبقوں کے خلاف ہتک و رسوائی اور اہانت و تذلیل آریوں و ملک کے قوانین نے ایک کمتر مخلوق کا درجہ دیا تھا۔اچھوت پالتو جانوروں سے صرف اس بات میں مختلف تھے کہ وہ دو پیروں پر چلتے تھے اور آدمیوں جیسی شکل رکھتے تھے۔ قانون میں یہ دفعہ باقاعدہ موجود تھی اگر کوئی شودر کسی برہمن کو نقصان پہونچانے کے لئے ہاتھ یا لاٹھی اٹھائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اگر اس کو لات مارے تو اس کا پیر کاٹ لیا جائے اگر یہ دعویٰ کرے کہ وہ برہمن کو تعلیم دے سکتا ہے تو اس کو کھولتا ہوا تیل پلایا جائے اسی قانون کے مطابق کتے ،بلّی ،مینڈھک ،گرگٹ ،کوّا ،الّو اور اس اچھوت طبقہ کے فرد کے قتل کا جرمانہ یکساں تھا۔

روم اور ایران کی تہذیب وتمدن

بے شرمی اور انسانیت کی تذلیل میں اہل روم و ایران ہندوستانیوں کے اگر چہ برابر نہ تھے،لیکن تقریباً ان کے جیسے ہی تھے ایک مغربی مورخ وِکٹر چو پرٹ (Victor Chopart) اپنی کتاب " دی رو من وَرلڈ " کے صفحہ ۴۱۸ پر لکھتا ہے۔

قیصر قابل پرستش (معبود) سمجھے جاتے تھے یہ بات موروثی خاندانی طور پر نہ تھی، بلکہ جو بھی تخت پر بیٹھتا اس کو خدا مان لیا جاتا تھا اگر چہ ان میں اس عہدے پر فائز ہونے کی صلاحیت و علامت نہ پائی جاتی ہو ا''گسٹس'' کا شاہانہ لقب ایک شہنشاہ سے دوسرے شہنشاہ کی طرف دستور و قانون کے مطابق منتقل نہیں ہوتا تھا بلکہ رومی ایوان حکومت کو بزور طاقت

جاری کئے گئے ہر پیغام کو تائید و سفارش کے علاوہ اور کچھ نہ کرنا پڑتا تھا۔

اگر اس کا موازنہ اسلام کے طلوع سے پہلے حریّت پسند ادب و تعظیم میں میانہ روی اپنانے والے غیّور و خوددار عربوں سے کیا جائے تو دونوں قوموں کا مزاج اور عربی و عجمی معاشرہ کا فرق واضح ہو جائے گا۔

اہل عرب بعض اوقات اپنے بادشاہوں کو ”آبَیْتَ اللَّعَنَ“ (آپ برائی سے محفوظ رہیں) "عِمْ صباحاً" (آپ اچھی طرح صبح کریں) جیسے الفاظ سے مخاطب کرتے تھے۔عربوں میں آزادی و خودداری اس درجہ تھی کہ وہ اپنے کرداروں و بادشاہوں کے بعض مطالبوں اور فرمائشوں کو پورا کرنے سے بھی بعض اوقات عذر کر دیتے تھے۔اس سلسلے میں یہ دلچسپ واقعہ تاریخ میں آتا ہے کہ ایک عرب بادشاہ نے بنی تمیم قبیلے کے ایک شخص سے ایک گھوڑی جس کا نام ”سدکاب“ تھا مانگا تو اس نے گھوڑی دینے سے صاف انکار کر دیا اور شعر کے ذریعہ کہا۔اے بادشاہ! یہ بہت قیمتی اور اعلیٰ گھوڑی ہے ”نہ اسے ہدیہ دیا جا سکتا ہے نہ اسے بیچا جا سکتا ہے۔اسے حاصل کرنے کی آپ کوشش نہ کریں آپ سے زیادہ اس کی حفاظت کرنے کا مجھ میں مادّہ ہے۔

آزادی غیرت مندی، نیک صفتی ،شرافت اور حوصلہ مندی کا جذبہ عوام کے ہر طبقہ میں موجود تھا اور مرد عورتوں دونوں میں یہ صفت پائی جاتی تھی۔اس کا ایک نمونہ ہمیں حیرہ کے بادشاہ عمرو بن ہند کے قتل کے واقعہ میں نظر آتا ہے کہ عمرو بن ہند نے مشہور عرب شہ سوار اور شاعر عمرو بن کلثوم کی دعوت کی اور خواہش کی کہ اس کی ماں بادشاہ کی ماں کے ساتھ دعوت میں شامل ہو۔عمرو بن کلثوم قبیلہ بنو تغلب کے چند ذمہ داروں کے ساتھ جزیرہ سے حیرہ کی طرف روانہ ہوا اور اس کی ماں لیلیٰ بنت مُہَلہِل بھی قبیلہ کی چند عورتوں کے ساتھ آئی عمرو بن ہند کا خیمہ حیرہ اور فرات کے بیچ لگایا گیا۔

ایک خیمہ میں عمرو بن ہند نے عمرو بن کلثوم کے لئے خاطر و مدارات کا انتظام کیا اور دوسرے خیمہ میں ہند اور لیلیٰ اکٹھا ہوئیں۔ عمرو بن ہند نے اپنی ماں سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جب کھانا لگ جائے تو تھوڑی دیر کے لئے خادموں کو ہٹا کر لیلیٰ سے کام لینا چنانچہ جب کھانا لگ گیا تو ہند نے کہا بہن ذرا یہ طباق تو مجھے اٹھا کر دو لیلیٰ نے جواب دیا کہ جس کو ضرورت ہو وہ خود اٹھالے جب ہند نے دوبارہ زور دیکر کہا تو لیلیٰ چیخ اٹھی کہ ہائے کیا ذلت کی بات ہے، بنو تغلب کے جوانو!" ماں کے یہ الفاظ سن کر عمرو بن کلثوم آگ بگولہ ہوا اٹھا اس نے لپک کر عمرو بن ہند کی تلوار جو سامنے لٹک رہی تھی اٹھائی اور اس کا کام تمام کر دیا اس کے ساتھ بنو تغلب نے خیمہ کو لوٹ لیا اور جزیرہ کی طرف واپس آگئے۔ اسی واقعہ پر عمرو بن کلثوم نے وہ مشہور قصیدہ کہا جس کا شمار سبعہ معلّقہ میں کیا جاتا ہے۔

اسی طرح جب مغیرہ بن شعبہؓ مسلمانوں کے سفیر بن کر رستم کے دربار میں گئے تو وہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا۔ مغیرہ بن شعبہؓ عربوں کی عادت کے مطابق اسی کے ساتھ اس کے تخت پر گاؤ تکیہ کے پاس بیٹھ گئے۔ رستم کے درباری مغیرہؓ پر ٹوٹ پڑے اور ان کو نیچے اتار لائے۔ اس پر مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا۔

"ہم نے تو سنا تھا کہ تم لوگ بہت عقلمند ہو مگر مجھے تم سے زیادہ بیوقوف کوئی نظر نہیں آتا ہم عرب تو سب کے ساتھ برابری کا معاملہ کرتے ہیں، ہم میں سے میدان جنگ کو چھوڑ کر کوئی کسی کو غلام نہیں بناتا۔ میرا گمان تھا کہ تم مجھے پہلے ہی سے مطلع کر دیتے کہ تم نے آپس میں ایک دوسرے کو خدا بنا رکھا ہے اور یہ معاملہ تمہارے ساتھ طے نہ ہو سکے گا۔ اس حالت میں ہم تم سے یہ برتاؤ کرتے اور تمہارے پاس آتے لیکن تم نے ہمیں خود ہی بلایا ہے"۔

جزیرۂ عرب میں حضرت محمد ﷺ کی آمد کا دوسرا سبب

جزیرہ عرب اور مکہ میں کعبہ کا ہونا تھا جس کو حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ نے

اس لئے بنایا تھا کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور یہ جگہ ہمیشہ کے لئے توحید کی دعوت کا مرکز بنے سورہ آل عمران کی آیت ۹۶ میں ہے۔ پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کرنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا، وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور دنیا جہان کے لئے ہدایت ہے۔

بائبل میں اس قدر تحریف کے باوجود وادی بکہ کے الفاظ آج تک موجود ہیں لیکن مترجمین نے اس کو وادی البکاء بنادیا مزامیر داؤد کے الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

"مبارک ہے وہ انسان جس میں قوت تجھ سے ہے ان کے دل میں تیری راہیں ہیں وہ بکا کی وادی میں گذرتے ہوئے ایک کنواں بناتے"۔ (کتاب مقدس)

لیکن علماء یہود کو بعد میں اس غلطی کا احساس ہوا کہ وہ ایک خاص وادی ہے جس میں پانی نہ ملتا تھا اور جس نے یہ لکھا ہے اس کے ذہن میں ایک ایسی وادی کی تصویر تھی جس کے خاص قدرتی حالات تھے۔ اس سلسلے میں انگریزی کے مترجمین نے عربی مترجموں کی بنسبت زیادہ احتیاط برتی ہے انہوں نے 'بکا' لفظ کو ویسا ہی لکھا ہے جیسا کہ وہ اپنی اصلی شکل میں تھا۔

مبارک باد ہے ان لوگوں کے لئے جن کی عزت وقوت تیرے ساتھ ہے۔ جن کے دلوں میں تیرے راستے ہیں جو 'بکا' کی وادی سے گذرتے ہوئے اس کو ایک کنواں بنائیں گے۔

حضرت محمد ﷺ کی بعثت حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ کی اس دعا کا نتیجہ تھی جو انہوں نے کعبہ کی بنیاد رکھتے ہوئے مانگی تھی اور جو اس طرح ہے۔

ترجمہ:۔ "اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجئے جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب و دانائی سکھایا کرے اور ان کے دلوں کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے"۔

اللہ اپنے فرماں بردار بندوں کی دعائیں ضرور قبول کرتا ہے نبیوں کا مرتبہ تو ان

سے کہیں زیادہ اونچا ہے توریت میں آیا ہے۔

''اور اسماعیلؑ کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے اور سے بہت بڑھاؤں نگا۔ اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا''۔

''حضرت محمد ﷺ اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے، کہ میں ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہوں'' توریت میں ہے کہ:۔

ترجمہ: ۔خداوند! تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری طرح ایک نبی برپا کریگا تم اس کی طرف کان دھرنا۔

''تیرے ہی بھائیوں'' کا لفظ خود بتا رہا ہے کہ اس کی مراد بنی اسماعیلؑ سے ہے جو بنی اسرائیل کے چچاذاد بھائی تھے۔

آگے پھر لکھا ہے کہ۔

''اور خداوند نے ، مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اس سے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہے گا۔ ''اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا'' کے الفاظ صحیح طور سے حضرت محمد ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ آپؐ ہی وہ اکیلے نبی ہیں جن پر اللہ کا کلام لفظاً نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا اعلان بھی فرمایا۔''

ترجمہ:۔اور وہ اپنی من مانی بات نہیں کرتا۔ یہ تو خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔'' (سورہ نجم آیت ۴۔۳)

دوسری جگہ آتا ہے۔

''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے! دانا اور خوبیوں والے خدا کی اتاری ہوئی ہے''۔ (سورۃ حم، آیت نمبر۔۴۲)

اس کے برخلاف نبی اسرائیلؑ کے نبیوں کے صحیفے اس کا بالکل دعویٰ کرتے کہ وہ لفظاً معناً دونوں طرح سے اللہ کا کلام ہے ان کے علماء بھی اس کو نبیوں کی طرف منسوب کرنے میں تکلف سے کام نہیں لیتے۔ جیویش انسائیکلوپیڈیا میں آتا ہے کہ:۔

کتاب مقدس (عہدِ قدیم) کی پہلی کتابیں (جیسا کہ قدیم یہودی مذہبی روایت ہمیں بتاتی ہیں) حضرت موسیٰؑ کی تالیف ہیں آخری آٹھ آیتوں کو چھوڑ کر (جن میں حضرت موسیٰؑ کے انتقال کا واقعہ بیان کیا گیا ہے) (یہودی علماء) اس تضاد اور ایک دوسرے سے مختلف روایات پر غور کرتے ہیں جو ان صحیفوں میں آئی ہیں اور اس میں اپنی عقل ودانائی سے اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ **(VO:9,p.589)**

جزیرۂ عرب کا جغرافیائی محل وقوع

جزیرہ عرب کا جغرافیائی محل وقوع دین کی دعوت کے لئے سب سے موزوں جگہ ہے جہاں سے دین کا پیغام پوری دنیا کو پہونچایا جا سکتا ہے۔ یہ ایک طرح سے ایشیا، افریقہ، اور برّ اعظم یورپ کا مرکزی حصہ ہے یہاں طاقتور اور وسیع وعریض سلطنتیں قائم ہوئیں جہاں سے تجارتی راستے مختلف ملکوں کی طرف جاتے تھے اور یہ علاقہ تجارتی قافلوں کے لئے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ یہ علاقہ دو زبردست طاقتوں مگر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار سلطنتوں کے بیچ تھا ایک طرف مشرق میں ساسانی حکومت تھی۔

(ا) ڈاکٹر حسین کمال الدین نے جو یونیورسٹی کے انجینیرنگ کالج میں سول انجینیرنگ شعبہ کے صدر ہیں اپنے ایک پریس انٹرویو میں جو انہوں نے قاہرہ کے الاہرام کے رپوٹر کو جنوری ۱۹۷۷ء میں دیا، بتایا کہ ایک نئی جغرافیائی نقطہ کی تحقیق کی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خشکی کے حصہ میں مکہ زمین کے بیچوں بیچ ہے یہ تحقیقی کام ایک ایسے معمولی قیمت کے سامان کی تیاری کے سلسلے میں کیا جس سے دنیا کے مختلف علاقوں کی کعبہ کی صحیح سمت متعین کی جا سکے۔

دوسری طرف مغرب میں بازنطینی عیسائی حکومت۔ اور یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے سے زور آزمائش کرتی رہتی تھیں مگر اس کے باوجود بھی جزیرہ ٔعرب نے اپنی آزادی اور اپنی شخصیت کی ہمیشہ حفاظت کی۔ اور اپنے چند سرحدی علاقوں اور بعض قبیلوں کو چھوڑ کر وہ کبھی ان طاقتوں کے زیر اثر نہ رہا۔ یہ علاقہ عالمی دعوت کے لئے بہت مناسب تھا جو ہر طرح سیاسی دباؤ سے آزاد تھا اور انسانیت کے پیغام کا موزوں ترین مرکز بن سکتا تھا۔

اور اللہ زیادہ جانتا ہے کہ اس کا پیغام کہاں اور کس کے حوالہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○

(سورۃ انعام، آیت نمبر۔۱۲۴)

اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے، تو کہتے ہیں، ''ہم ہرگز نہیں مانیں گے، تب تک کہ ویسی ہی چیز ہمیں نہ دی جائے جو اللہ کے رسُولوں کو دی گئیں،'' اللہ خوب جانتا ہے، جس پر اپنا پیغام بھیجتا ہے؛ جو لوگ گنہگار ہیں، ان کو اللہ کے یہاں ذلّت ہوگی اور بڑا عذاب ہوگا، اس لئے کہ چالیں چلتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کی ولادت

حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت اس وقت ہوئی جب بہار کا موسم تھا ۲۰ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ ربیع الاول دن پیر (دوشنبہ) کو آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

آپ ﷺ کے والدِ ماجد کا آپ کی ولادت سے پہلے ہی انتقال ہوگیا تھا جب آپؐ کی عمر شریف ۴ برس کی ہوئی تو والدہ محترمہ بھی چل بسیں۔ آپؐ کی پرورش آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ سب سے پہلے آپؐ نے اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پیا۔ پھر آپ ﷺ کو حضرت ثُویبہؓ نے دودھ پلایا پھر اس کے بعد حضرت حلیمہؓ نے دودھ پلایا۔

جب آپؐ ۸ برس کے ہوئے تو آپؐ کے دادا بھی چل بسے پھر آپؐ کی پرورش آپؐ کے چچا ابوطالب نے کی، لیکن اللہ کو یہ دکھانا تھا کہ اللہ جس کا محافظ و نگہبان ہوجاتا ہے تو اگر دنیا کے سارے سہارے ٹوٹ جائیں تب بھی اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ سال ہوئی تو آپؐ اپنے چچا، ابوطالب کے ساتھ تجارت کرنے لگے۔ ایک بار ملکِ شام جا رہے تھے کہ راستے میں آپ ﷺ کو بُحیریٰ نامی ایک عیسائی پادری نے دیکھ لیا، دیکھتے ہی اس نے آپ ﷺ کو پہچان لیا کہ یہی آخری رسول ہیں۔ اس لئے کہ ان کی کتابوں میں آخری رسول کی جو پیشین گوئیاں کی گئی تھیں وہ حضرت محمد ﷺ کے اندر جھلک رہی تھی اس نے فوراً ابوطالب سے کہا کہ یہ لڑکا مستقبل میں نبی ہونے والا ہے۔ اس لئے اسے آپ واپس لے جائیں، کیونکہ یہودی اسے دیکھ لیں گے تو پہچان جائیں گے اور اپنے نفع و فائدہ کے لئے اس کو نقصان پہونچا سکتے ہیں۔ اس لئے آپؐ کو آپ کے چچا نے وہاں سے فوراً واپس کر دیا۔

آپ ﷺ کی زندگی بہت ہی پرہیز گاری کی تھی مکہ والے آپ کو امین یعنی امانت دار کہہ کر پکارتے تھے۔آپؐ انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی کو سینچنے اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو اپنے اللہ سے ملانے کے لئے آئے تھے ظلم وزیادتی وخون ریزی کو مٹا کر عدل وانصاف اور رحمت وشفقت و پیار محبت کا عَلم فہرانے آئے تھے۔آپ ﷺ ناداروں، کمزوروں کی مدد کرتے اور یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھتے۔

جب آپ ﷺ کی عمر شریف ۲۵ برس کی ہوئی تو آپ ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اس وقت ہوا جبکہ ان (بی بی خدیجہؓ) کا نکاح ان سے پہلے ’ہالہ‘ سے ہو چکا تھا مگر اب ان کا انتقال ہو چکا تھا۔اس کے بعد حضرت محمدؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا اس وقت حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی جب آپ ﷺ ۴۰ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا۔

نبوّت کا تاج

اب وہ تاریخ بھی آگئی جس کے لئے حضرت محمد ﷺ کو دنیا میں بھیجا گیا تھا ۶/اگست ۶۱۰ء پیر کے دن آپ ﷺ کو نبوت کا تاج پہنایا گیا جس کے پہلے آپ ﷺ خاندان اور اہل مکہ کی مذہبی، اخلاقی وتمدنی اور معاشرتی بدنظری وبدامنی دیکھ کر بہت بے چین ہوتے تھے۔آپؐ ان کی اصلاح کے لئے غور فکر کرتے تو اس کا کوئی راستہ دکھائی نہیں پڑتا آپؐ ایک طرف بت پرستی کو دیکھتے، اور دوسری طرف زمین، آسمان، انسان، جانور، چرند پرند، درخت، پہاڑ، سورج، چاند، وغیرہ کو تو آپ ﷺ کا دل کہتا کہ عبادت واطاعت و بندگی کی حق دار وہی ذات ہو سکتی ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا۔مگر آپ ﷺ کی سمجھ میں یہ نہ آتا کہ اس کی عبادت و بندگی کا کیا طریقہ ہے مکہ کی پہاڑیوں میں ’حرا‘ نام کا ایک غار تھا جس میں آپ ﷺ کچھ ستّو اور پانی لیکر چلے جاتے اور کئی دن اس میں رہتے جب پانی اور

ستّو ختم ہو جاتا تو گھر واپس آتے اور ستّو و پانی لیکر پھر وہیں چلے جاتے۔وہاں یکسو ہو کر غور فکر کے ساتھ زمین آسمان کے خالق کی یاد میں مشغول رہتے۔

ایک دن رمضان کے مہینے میں غار حِرا میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ پر اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے جو آپؐ سے پہلے نبیوں کو خدا کی تعلیمات و پیغام پہونچایا کرتے تھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو بھی بنوت کی خوشخبری سنائی اور اسی وقت سے قرآن پاک کے نزول کا آغاز ہوا۔

اسلام کی روشنی

حضرت محمد ﷺ نے غار حرا سے واپس آکر سب سے پہلے اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ سے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ ورقہ بن نوفل نام کے ایک راہب کے پاس لے گئیں جو توریت وانجیل کے بہت بڑے عالم تھے۔انہوں نے سنتے ہی کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا اور ایک زمانہ آئے گا۔ان کی قوم حضرت محمد ﷺ کو جھٹلائے گی اور ان کو ان کے شہر سے نکال دے گی اور ان سے جنگ وجدال کرے گی اس پر حضرت محمد ﷺ کو بڑا تعجب ہوا تو ورقہ بن نوفل نے کہا اگر میں زندہ رہا تو میں آپ کا بھر پور ساتھ دونگا۔

اسلام کا مطلب

اسلام کا مطلب ہوتا ہے، خود سپردگی، جو حضرت محمدؐ سے پہلے سبھی نبیوں کا مذہب اسلام ہی تھا۔چاہے ’اسلام‘ لفظ کی جگہ پر کوئی دوسرا لفظ اپنی زبان کے موافق استعمال کیا گیا ہو لیکن وہ اسلام ہی تھا اس لئے یہ کوئی نیا مذہب نہ تھا لیکن مذہب اسلام کے ماننے والے چونکہ اس وقت اپنی اصلیت میں نہ رہ کر دوسرے خرافات میں پھنس چکے تھے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ حضرت محمدؐ کے توسط سے آخری شکل دیکر عظیم الشان کتاب عطا کیا جس کا

سب سے پہلا قول اور سب سے پہلی بنیاد یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے مالک کی یاد اور اس کی تعریف وتوصیف کرے جس نے اسے پیدا کیا اور جس رسول کے توسط سے اسے علم حاصل ہوا اس کا شکر گذار ہو اسی کو حضرت محمدؐ نے ان الفاظ میں کہا۔

لا اله الا الله محمد رسول الله

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے

سب سے پہلے آپ ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہؓ، آپ ﷺ کے غلام حضرت زیدؓ آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؓ اور آپؐ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے حضرت عثمان بن عفانؓ حضرت زبیر بن عوامؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ وغیرہ نے اسلام قبول کیا۔

مسلمانوں کی مخالفت

حضرت محمد ﷺ تین سال تک دعوت وتبلیغ کا کام چھپ چھپ کر کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو حکم ملا کہ علی الاعلان تمام انسانوں کو اس کا کلام پہونچا دیجئے۔ اس حکم کے بعد آپ نے کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر بلند آواز میں کہا ''یا صباحاہ'' (یہ نعرہ کسی دشمن کے خطرے کے وقت لگایا جاتا تھا) اس نعرہ کو سنتے ہی ہر قبیلہ کے لوگ اکٹھا ہوگئے، تو آپؐ نے انہیں اسلامی تعلیمات کی دعوت دی جسے سن کر ابولہب نے کہا سارے دن تمہارے لئے خرابی ہو کیا صرف اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس طرح لوگوں نے آپ ﷺ کی زبردست مخالفت کی اور اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا شروع کردیا۔

حضرت محمد ﷺ پر اہل مکہ کا ظلم وستم

وہی مکہ کے لوگ جو رسول ہونے سے پہلے رسول ﷺ کا ادب واحترام کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ کو صادق محمد ﷺ کہہ کر پکارتے تھے اب وہی لوگ آپ ﷺ کو جھوٹا کہنے لگے، اور آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھانے لگے، آپ ﷺ جب کسی راستے سے گذرتے تو اوپر سے لوگ آپ ﷺ پر کوڑا ڈال دیتے تھے۔ ایک بار اسی حالت میں گھر آئے تو آپ ﷺ کی لخت جگر بی بی فاطمہؓ کو بہت افسوس ہوا وہ آپ ﷺ کا سر مبارک دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں جس پر آپ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور کہا، بیٹی! صبر کرو اللہ تمہارے باپ کو بے یارومددگار نہ چھوڑے گا۔

اسی طرح ایک مرتبہ کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی حالت میں آپ ﷺ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی لاکر ڈال دی گئی جس کے بوجھ سے آپ ﷺ سر نہیں اٹھا سکتے تھے تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ کی لاڈلی بیٹی بی بی فاطمہ نے آکر ہٹایا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ کے گلے میں موٹی چادر کا پھندا ڈال کر ایک کافر نے اتنی زور سے کھینچا کہ آپ ﷺ کا گلا گھٹنے لگا اس پر جب آپ ﷺ کے دوست حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کو بچانے آئے تو ان کو اتنا مارا کہ لہولہان کردیا۔ ان سب مصیبتوں کے باوجود آپ ﷺ کے صحابہ اپنے فرائض سے غافل نہ ہوئے۔

حضرت محمد ﷺ کو لبھانے کی کوشش

مکہ کے سرداروں نے خوف وہراس لاکر اور ظلم وزیادتی کرکے بھی کامیابی نہ دیکھی تو انہوں نے لالچ دینے کے لئے اپنے سردار عتبہ کو حضرت محمدؐ کے پاس بھیجا اس نے کہا۔

''محمد! تم یہ جو کچھ کررہے ہو اس سے تمہارا مقصد ومنشا کیا ہے؟ مکہ کی سرداری

چاہتے ہو یا پاک و معزز گھر کی خوبصورت لڑکی سے شادی؟ یا مال و دولت یا مکہ کی سلطنت؟ تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ کسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو تو ہم شادی کر دیں گے، اگر مال و دولت چاہتے ہو تو مال و دولت کے ہم انبار لگا دیں گے، مگر تم اپنی تبلیغ واشاعت بند کر دو۔

عتبہ کو مکمل اعتماد تھا کہ آج وہ کامیاب ہو کر ہی لوٹے گا، مگر آپ تو اللہ کے سچے رسول تھے۔

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۞ (سورۃ حٰم سجدہ، آیت نمبر ۱ سے ۵)

حٰم، یہ (کتاب) رحمٰن اور رحیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے؛ یہ ایسی کتاب ہے، جس کی آئتیں کھول۔ کھول کر بیان کی گئی ہیں۔ عربی قرآن۔ اُن لوگوں کے لئے ہے، جو جاننا چاہتے ہوں؛ جو خوشخبری دینے والی، اور ڈرانے والی، مگر اُن میں سے اکثر لوگوں نے منہ پھیرا، تو وہ سنتے ہی نہیں؛ اور کہتے ہیں، ''جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہمارے دل اُس کی طرف سے پردوں میں ہیں، اور ہمارے کان بہرے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے بیچ ایک پردہ حائل ہے؛ تو تم (اپنا) کام کرو، ہم (اپنا) کام کرتے ہیں۔''

لہٰذا آپ ﷺ نے اس کے سوال کا جواب قرآن پاک کی آیت سنا کر دیا، عتبہ بہت متاثر ہوا اور لوٹ کر اپنے ساتھیوں سے کہا ''آج میں نے وہ کلام سنا جو حضرت محمدؐ پیش کرتے ہیں، وہ انسانی کلام نہیں ہے، کوئی اور چیز ہے میں تو تمہیں مشورہ دیتا ہوں وہ جو کچھ کر رہے ہیں ان کو کرنے دو اگر وہ کامیاب ہو گئے تو اس سے تمہاری ہی عزت بڑھے گی

ورنہ عرب خود ہی ان کو ختم کر دیں گے۔

مگر ان لوگوں نے بات نہ مانی اور برابر ظلم و زیادتی کرتے رہے اور حضرت محمد ﷺ پر وحی نازل ہوتی رہی جیسا کہ مخالفین کے بارے میں ایک جگہ پر کہا گیا ہے۔

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ مخالفین (تمہیں جھٹلانے کی) جو باتیں کرتے ہیں ان سے تم کو دکھ ہوتا ہے سو وہ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم، اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور تم سے پہلے کے رسول کو بھی جھٹلا چکے ہیں سو وہ اپنے جھٹلائے جانے اور دکھ دیئے جانے پر صبر سے کام لیتے رہے یہاں تک کی ان کو ہماری مدد پہونچ گئی اور اللہ کے قول کو کوئی جھٹلانے والا نہیں''۔ (سورہ انعام ۳۵-۳۴)

حضرت محمد ﷺ کا سماجی بائیکاٹ

آپ ﷺ کی نبوّت کے ساتویں سال کے بعد جب بنی عبدالمطلب نے قریش کے حوالے حضرت محمد ﷺ کو کرنے سے انکار کر دیا تو آپس میں فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب کا بائیکاٹ کیا جائے ان سے رشتے ناطے، کاروبار سب بند کر دیا جائے یہ عہد نامہ لکھ کر کعبہ شریف کے دروازوں پر لٹکا دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول ﷺ کو اپنے خاندان کے ساتھ ۳ سال تک پہاڑی (شعب ابی طالب) میں قید رہنا پڑا جس میں کوئی بھی کھانے پینے کو کچھ نہ ملتا تھا تو درخت کے پتے تک بھگو کر کھانا پڑا۔ یہ ساری مصیبتیں و پریشانیاں حضرت محمد ﷺ کے ماننے والوں نے برداشت کر لیا لیکن اپنے اعمال سے ڈگمگائے نہیں۔

مکہ کے کافروں کا ظلم و ستم

کافروں کے ظلم و ستم کی داستاں سن کر ایک عام انسان کے رونگٹے کھڑے ہو

جاتے ہیں کہ اس وقت انسانیت کس طرح تباہ و برباد ہو چکی تھی۔

حضرت بلالؓ کا قبول اسلام

حضرت بلالؓ نے اسلام قبول کیا تو کافر انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر گرمی کی دھوپ میں ڈال دیتے تھے اور اوپر پتھر کی چٹان رکھ دیتے تھے تاکہ اسلام چھوڑ دیں اور کبھی لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیتے جو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے لیکن حضرت بلالؓ اس تکلیف کو برداشت کرتے اور احد احد یعنی اللہ ایک ہے کہتے رہتے۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۴)

حضرت خبابؓ کا قبول اسلام

حضرت خبابؓ نے جب اسلام قبول کیا تو انہیں گرم ریت پر لٹا دیا جاتا جس کی وجہ سے ان کی کمر کا گوشت گل گیا تھا، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی تو کہا آج تک میری نظر سے ایسی پیٹھ نہیں گذری حضرت خبابؓ نے جواب دیا کہ کافر مجھے انگاروں پر لٹا کر گھسیٹا کرتے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ خباب بن الارت)

حضرت صہیبؓ و حضرت عمارؓ کا اسلام

حضرت صہیبؓ و حضرت عمارؓ کو کافر لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے مگر اس سے ان کے اسلام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ (اسد الغابہ تذکرہ صہیبؓ)

حضرت ابوفکیہہؓ کا قبول اسلام

اسی طرح حضرت ابوفکیہہؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کے پیر میں بیڑی ڈال کر دھوپ میں لٹا دیا جاتا پھر پیٹھ پر پتھر کی چٹان رکھ دی جاتی یہاں تک کہ ان کے ہوش وحواس

اڑ جائے۔ ایک دن آسیہ نے ان کے پیر میں رسی باندھی اور آدمیوں کو ان کو گھسیٹنے کا حکم دیا اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا، اچانک ایک آدمی ادھر سے گذرا تو امیّہ نے مذاق اڑانے کے لئے کہا تیرا پالن ہار یہی تو نہیں؟ اس پر بولے میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے اس پر زور سے اس نے آپ کا گلا گھونٹا لیکن اس کے ظالم اور وحشی بھائی کو (جو اس وقت اس کے ساتھ تھا) اس پر بھی اطمینان نہیں ہوا اور اس نے کہا اس کو اور سزا دو۔ (اسد الغابہ ابوفکیہؓ)

حضرت سمیہؓ کا قبول اسلام

حضرت سمیہؓ جو حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں اسلام قبول کیا تو کافروں نے ان کو دھوپ میں لٹا دیا اسی حالت میں حضرت محمدؐ کا جانا ہوا تو فرمایا صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنت میں ہے مگر ابوجہل کو اس پر بھی تسلی نہیں ہوئی اور اس نے برچھا مار کر شہید کر دیا۔ یہی وہ عورت ہیں جن کی شہادت سب سے پہلے ہوئی۔ (اسد الغابہ تذکرہ سمیہؓ)

حضرت ابوذر غِفاریؓ کا قبول اسلام

حضرت ابوذر غِفاریؓ نے جب کعبہ شریف میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو کافران پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین پر لٹا دیا۔
(مسلم شریف مناقب فضائل حضرت ابوذر غِفاریؓ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قبول اسلام

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب پہلے پہل کعبہ شریف میں قرآن کی کچھ آیتیں اونچی اونچی آواز سے پڑھا تو کافروں نے اتنا مارا کہ چہرہ پر نشان پڑ گئے لیکن پھر بھی انہوں نے صحابہ کرامؓ سے کہا کہ اگر کہو تو کل پھر اسی طرح بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کروں۔
(اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ)

حضرت عثمان غنیؓ کا قبول اسلام

حضرت عثمان غنیؓ معزز لوگوں میں سے تھے لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو خود ان کے چچا نے انہیں رسّی سے باندھ دیا۔ (طبقات ابن سعد ترجمہ عثمان بن عفانؓ)

حضرت زبیر بن عوّام کا قبول اسلام

حضرت زبیر بن عوّام نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیا کرتے اور نیچے سے ان کی ناک میں دھواں دیا کرتے۔

(الطبری تذکرہ حضرت زبیر بن عوامؓ)

حضرت سعید بن زیدؓ کا قبول اسلام

حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی سعید بن زیدؓ نے جب اسلام قبول کیا تو حضرت عمرؓ (اس وقت ایمان نہیں لائے تھے) نے ان کو رسیوں میں باندھ دیا تھا۔

(بخاری کتاب لاکراہ ، باب اختر الجبر والقتل)

حضرت عائشہ بن ابی ربیعہؓ و حضرت سلمٰی بن ہاشمؓ

اسی طرح حضرت عائشہ بن ربیعہؓ اور حضرت سلمٰی بن ہاشمؓ نے جب ایمان قبول کیا تو کافروں نے دونوں کے پیروں کو ایک ساتھ باندھ دیا تھا۔

(طبقات ابن سعد، تذکرہ ولید بن ولید)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قبول اسلام

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا تو جب آپ نے ایک مجمع کو لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو کافر یہ سنتے ہی ان پر ٹوٹ پڑے اور اتنا مارا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے قبیلہ کو ان کی موت کا یقین ہوگیا اور ان کو کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے، شام کے وقت ان کی آنکھ کھلی تو فوراً حضرت محمدﷺ کا حال پوچھا، اب خاندان والے بھی الگ ہوگئے تھے لیکن انہیں بس اپنے محبوب نبیؐ کی رٹ تھی، پھر آپ کو حضرت محمدؐ تک پہونچایا گیا آپﷺ نے جب یہ حالت دیکھی تو ان کو آپﷺ نے بوسہ دیا اور رونے لگے۔

(اسد الغابہ تذکرہ اُمّ الحسینہ)

ان سب تکلیفوں اور مظالم کے علاوہ کافران لوگوں کو پانی میں ڈبا دیتے، مارتے اور بھوکا پیاسا رکھتے یہاں تک کہ کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔

شری ناتھورام کے مطابق ظلم

'شری ناتھورام جی' اس زمانے کا اصلی نقشہ اس طرح پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں جب رسولﷺ نبی بنائے گئے تھے تو قرآن میں بھوکوں کو کھانا کھلانے، یتیموں کی عزت کرنے کا سختی سے حکم دیا گیا تو کنجوس اور یتیموں و کمزوروں کو تباہ و برباد کرنے والے لوگوں کے لئے یہ بات ناقابل برداشت تھی انہوں نے دیکھا کہ قرآن کی اس تعلیمات سے ہماری عزت و عظمت، شان و شوکت غبار آلود ہو رہی ہے بلکہ انہوں نے اس آواز (اللہ کے کلام) کو خون پسینہ ایک کر کے کمائی ہوئی دولت کو سماج کے بیکار لوگوں میں بانٹ کر خود کو غریب و مجبور بنا دینے والی آواز کہا۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کے خلاف کی گئی مخالفت صرف مذہبی وجوہات سے نہیں ہے بلکہ، اس کے پیچھے اقتصادی و مالی وجوہات موجود تھیں۔ (حضرت محمدﷺ کا آدرش صفحہ ۱۲-۱۱)

دردناک ظلم و ستم کے بعد ہجرت

ہجرت کر کے بہت سے مسلمان حبشہ چلے گئے۔ یہاں مکہ میں برابر ظلم و ستم ہوتا

رہا، یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ اور مسلمانوں کو بھی اپنے مادر وطن میں رہنا مشکل ہوگیا، مکہ میں تو یہ حالت تھی کہ جینا دوبھر ہوگیا تھا۔لیکن مدینہ میں لوگ بڑی تیزی سے اسلام قبول کر رہے تھے۔

اسلام کی روشنی مدینے میں

حج کے موسم میں مدینہ کا ایک قبیلہ مکہ آیا حضرت محمد ﷺ نے ان کو اسلام کا پیغام دیا تو انہوں نے قبول کرلیا، پھر وہ لوگ اگلے سال اور لوگوں کو لے کر مکہ آئے جنھیں حضرت محمد ﷺ نے کچھ پیغام دیا جس سے ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کرلیا،تو محمد ﷺ نے ان کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک صحابی کو مدینہ بھیجا جن کے توسط وہاں گھر گھر اسلام پھیل گیا۔

اس طرح تیسرے سال مدینہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حج کرنے مکہ آئی اور اس نے حضرت محمدؐ سے درخواست کی کہ آپؐ پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر اتنا ظلم وستم ہو رہا ہے اس لئے آپؐ ہمارے یہاں چلے آئیں، اور ہم آپ کے جان ومال کی ہر طرح سے حفاظت کریں گے تو آپؐ نے اس درخواست کو قبول کرلیا اور مسلمانوں کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔اس طرح حبشہ کی ہجرت کے بعد یہ دوسری تاریخی ہجرت تھی۔

مدینہ کی طرف ہجرت

اہل مکہ کا ظلم وستم برابر ہوتا رہا یہاں تک کہ ایک دن مکہ کے کافروں نے آپ ﷺ کے قتل کی سازش بنا کر آپ ﷺ کے گھر کو گھیر لیا، تو آپ ﷺ کو اللہ کی جانب سے مدینہ جانے کا حکم ہوگیا۔

حکم ملتے ہی حضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹا کر حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لیا جن کے ساتھ دو سواریاں تھیں اور عبداللہ بن اُرَیقِط (جو اس وقت تک کافر

تھے) کو بطور رہبر لے کر مدینہ کی طرف نکل پڑے اور غار ثور میں تین دن قیام کرنے کے بعد مدینہ پہونچ گئے۔

اہل مکہ سے جنگ وجدال

حضرت محمد ﷺ کے مکہ کو خیرآباد کہہ دینے کے باوجود بھی مکہ والوں کی نفرت ودشمنی کی آگ بجھی نہیں اور انہوں نے مدینہ والوں کو دھمکیاں دینی شروع کردیں تو جس طرح مجبوراً مکہ کو چھوڑنا پڑا اسی طرح جنگ کے لئے بھی مجبور ہونا پڑا، جب کافروں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی تو اب صرف تحفظ مذہب ہی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ جان کی حفاظت کا بھی مسئلہ آگیا تھا۔

ایسی حالت میں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی جسے ایک مشہور انگریز مؤرخ مسٹر تھامس کارلائل (Thomas Carlyle) نے اس واقعہ کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ۔

''اب تک محمدؐ نے اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے لئے وعظ ونصیحت کا طریقہ اپنایا تھا لیکن جب بے رحمی کے ساتھ اپنے مادر وطن سے نکال دئے گئے اور ظالم وبدبخت لوگوں نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ ان کے سچے آسمانی پیغام کو سننے میں بے اعتنائی وبے تعلقی ظاہر کی جوان کے دل کا معجزہ تھا بلکہ جب وہ اس پیغام کے سننے سے مطمئن نہ ہوئے تو ان کی زندگی کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے بن گئے ایسے حالات میں اس صحرائی باشندے نے ایک بہادر عرب کی طرح اپنی تحفظ کا عزم کیا''۔

(On Heroes and Hero Worship 61)

اس طرح قرآن پاک میں جو سب سے پہلے قتال کی اجازت ملی وہ ان کے ظلم وزیادتی کے نتیجہ میں دی گئی اور کہا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾

(سورہ حج، آیت ۳۹ سے ۴۰)

لڑنے کی اجازت ان لوگوں کو دی جاتی ہے جن سے اس وجہ سے لڑائی کی جاتی ہے کہ ان پر ظلم و زیادتی ہوئی، اور اللہ ان کی حمایت پر قادر مطلق ہے، جو لوگ اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر نہ ہٹایا ہوتا اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے تو (عیسائیوں کی عبادت گاہیں اور مدارس وکلیسا اور مسجدیں) جس میں اللہ کا بہت نام لیا جاتا ہے ڈھادئے جاتے اور اللہ ضرور اس کی مدد کریگا جو اللہ کی مدد کریگا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی زبردست قدرت والا ہے۔''

جنگ کی اجازت کا سبب

"بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا" میں بتایا جارہا ہے کہ مسلمانوں پر ظلم ہونے کی وجہ سے اجازت دی جاتی ہے اس لئے کہ مظلوم کا حق ہے کہ ظلم سے بچاؤ کرے اور مقابلہ کرے اگر اس حق کو چھین لیا جائے تو انسانی ظلم وزیادتی کی مدافعت کا کوئی سامان نہ رہ جائے گا اور آگے کی آیت سے یہ بات صاف کردی گئی کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ پچھلے تمام نبیوں کے ماننے والوں کو بھی کافروں سے جنگ کرنے کی اجازت تھی اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کسی کی خیر نہ تھی سارے ہی مذہب اور ان کی عبادت گاہیں ڈھادی جاتیں۔

جہاد کے معنیٰ

جہاد کے لغوی معنیٰ محنت اور کوشش کے ہوتے ہیں اور جہاد کے اصطلاحی معنیٰ سید سلیمان ندویؒ نے اس طرح لکھا ہے۔

''حق کو (اسلام کی) اور اس کی تبلیغ و اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر طرح کی کوشش، قربانی کو برداشت کرنا اور جسمانی یا مالی و دماغی ہر طرح کی قوتوں کو جو اللہ کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں اس راہ میں خرچ کرنا یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی اور اپنے قریبی رشتہ داروں کی، یا بیوی بچّوں کی، برادری وقوم کی جاں تک کو قربان کردینا، اور حق کی مخالفت کرنے والوں اور دشمنوں کی تمام کوششوں کو توڑنا اور ان کی طرف سے کئے گئے حملوں کو روکنا، اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو، اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا۔'' (سیرت النبی حصہ ۵ صفحہ ۲۹۹)

اس طرح قرآن پاک میں جہاد اور قتال دونوں الفاظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں **"جہاد فی سبیل اللہ"** کہتے ہیں۔

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور **"قتال فی سبیل اللہ"** کہتے ہیں اللہ کی راہ میں لڑنا ان دونوں الفاظ کے معنی الگ الگ ہیں، یعنی ہر جہاد قتال نہیں ہے بلکہ جہاد کئی طرح ہوتا جس میں ایک قسم قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے۔ **"جہاد بالمال"** یعنی مال کے توسط سے جہاد جیسے۔ **اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔**

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ (سورۃ حجرات، آیت نمبر۔۱۵)

''سچا مسلمان وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور پھر وہ اسمیں متزلزل نہیں ہوا اور اللہ کے راستے میں اپنی جان سے اور اپنے مال سے جہاد کیا یہی سچے اترنے والے ہیں''۔

تعلیم حاصل کرنا

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿﴾ (سورۃ نحل، آیت نمبر۔۱۲۵)

”آپ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور دانائی کے ذریعہ اور اچھی طرح سمجھ کر بلایئے اور اگر مناظرہ کرنا ہو تو وہ بھی اچھی طرح کیجئے“۔

مال کے ذریعہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿﴾ (سورہ انفال، آیت نمبر۔۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے انہیں پناہ دی اور مدد کی، وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے معافی اور عزّت والی روزی ہے۔

اُوپر کی آیتوں سے معلوم ہوا کہ جہاد مال، علم یا محنت، یہاں تک کہ جان تک دینے کے ذریعہ ہو تو اسے بھی جہاد کہتے ہیں۔

جان کے ذریعہ جہاد

اب قتال کی اہمیت کو بھی ہم بیان کریں گے۔ ظالم و جابر یا مخالفین مذہب اور ہمیشہ مذہب اور ہمیشہ اختلاف کرنے والوں سے قتال کا بھی حکم دیا گیا ہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہے۔

وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَن يَخْرُجْ مِن بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿﴾ (سورۃ نساء، آیت نمبر۔۱۰۰)

اور جو آدمی اللہ کی راہ میں ہجرت کریگا، وہ زمین پر بہت جگہ اور گنجائش پائے گا، اور جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول

کے لئے ہجرت کرتا ہوا نکلے، اسے پھر موت آجائے، تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہو گیا، اور اللہ تو ہے ہی بڑا بخشنے والا، مہربان۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿﴾ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر۔۱۶۹)

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے روزی دی جاتی ہے۔

ایسے جان دینے والوں کو مذہب اسلام میں شہید کہتے ہیں جن کا مرتبہ بہت اونچا ہے۔

اسلام میں تلوار کا استعمال

حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو تلوار کا صحیح استعمال بتایا۔ اس لئے کہ ظلم و زیادتی کے لئے کبھی کبھی ہتھیار اٹھانا ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ واجب ہوتا ہے جیسے کوئی آزادی چھیننے کی کوشش کرے یا عبادت گاہیں خطرے میں پڑ جائیں، یا انسانیت پامال ہونے لگے اور انسانوں (مسلم ہو یا کافر) کی جان و مال کی کوئی قیمت نہ رہ جائے تو کیا ایسے مصیبت و پریشانی کے وقت صرف تماشائی بن کر کھڑا دیکھتا رہے یا محض اپنی عبادت میں لگا رہے ایسا نہیں بلکہ اس وقت انسانیت کو ظلم و زیادتی سے نکال کر امن و سکون کی راہ کی طرف گامزن کرنا پہلی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

حضرت محمد ﷺ جن جنگوں میں خود ہوتے ان میں مجاہدین کے لئے حکم ہوتا کہ

جب تک دشمن کی فوج قریب نہ آجائے کوئی آگے نہ بڑھے اور ایک بار ۱۰ ہجری میں حضرت محمد ﷺ نے تین سو ۳۰۰ سواروں کو یمن بھیجا تو ان سے آپؐ نے فرمایا ''جب تک کوئی تم پر حملہ نہ کرے تم نہ لڑنا''۔ (سیرت النبی جلد ۱، صفحہ ۔۶۰۵)

اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی مثال یا حق کی بنیاد ڈالنے والوں کی مثال تو ایسی ہے کہ جس طرح ایک ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں مریض کے پھوڑے کو صحیح کرنے کے لئے آپریشن کرتا ہے تاکہ پورا جسم تندرست ہو جائے ٹھیک اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی تلوار اسی ڈاکٹر کی طرح ہے۔ (کہ انسانیت کو قائم کرنے کے لئے جو پھوڑا پھنسی ہوا سے ختم کرتی ہے، اور ایک صاف ستھرے معاشرہ کو قائم کرتی ہے۔)

قرآن پر الزام کے حقائق

کچھ لوگ چند آیتوں کو لے کر اسلام کے خلاف بہت پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ قرآن میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کو جہاں پاؤ ان کی گردن ماردو اس پروپیگنڈہ کی کیا اصلیت ہے؟ قرآن پاک کے ذریعہ اس کی صفائی ضروری ہے جیسے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

''اور تم اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کریں اور کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور ایسے لوگوں کو جس جگہ پاؤ مار ڈالو، اور جس جگہ سے تم کو نکالا ہے تم بھی ان کو وہاں سے نکال دو اور فتنہ (دین سے بچلانا)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۔۱۹۰، ۱۹۳)

مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے اور نہ لڑو ان سے مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو یہی حقیقت کا انکار کرنے والوں کی سزا ہے پھر اگر وہ لڑائی سے باز آجائیں (تو تم بھی باز آجاؤ) بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے اور لڑتے رہو جب تک کہ فتنہ (فساد) مٹ نہ جائے اور مذہب اللہ کے لئے نہ ہو جائے پھر اگر وہ لڑائی سے باز آجائیں تو (تم بھی رک جاؤ) لڑائی تو صرف انہیں لوگوں کے لئے ہے جو ظالم ہیں۔

اوپر کی ان آیتوں کو لے کر مخالفین مذہب بہت (اسلام اور قرآن کا) پروپیگنڈہ کرتے ہیں لیکن اگر غیر جانب دار ہو کر پوری آیتوں کو پڑھ کر غور کریں تو ظاہر ہو جائے گا کہ جس زمانے میں یہ حکم دیا گیا اس سے پہلے کی تاریخ پڑھیں گے تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے مکہ کے مشرکین حضرت محمدؐ کو سچے مذہب کی تبلیغ سے روکنے کے لئے آپؐ کے خلاف لوگوں کو بہکاتے اور بھڑکاتے تھے۔ جو آپؐ پر اور آپؐ کے ساتھیوں پر دردناک ظلم کرتے تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے خاندان والوں کو شعب ابی طالب میں تین سال تک بائیکاٹ کیا تھا اور یہ بائیکاٹ ایسی بے رحمی وسنگدلی کا تھا کہ ان لوگوں کو یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ کو بھی مٹھی بھر غلّہ نہیں پہونچ پاتا تھا بچّے بھوکے مرتے تھے درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے بھگو کر کھانا پڑتا تھا مسلمانوں کو مکہ میں تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا جاتا، پھر ان کے جسم کو دہکتے ہوئے لوھے سے داغ دیا جاتا، گلے پر تلوار چلا دی جاتی، تیروں کی ان پر بارش ہوتی، بھوک اور پیاس دیکر آزمایا جاتا لیکن ایک لمحے کے لئے اسلام سے پھرنے کو

تیار نہ ہوتے تھے۔اس طرح حضرت محمدﷺ اوران کے ساتھیوں کے ساتھ تیرہ ۱۳سال تک ظلم ہوتا رہا آخر میں حضرت محمدﷺ اپنا مادر وطن چھوڑ کر مدینہ چلے گئے لیکن ظالموں کو اس پر بھی سکون واطمینان نہ ہوا اورانہوں نے مدینہ پر چڑھائی کردی تو ایسے غیر مذہبی دشمنوں سے لڑائی کی اجازت دی گئی۔

’ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جس جگہ سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی (لڑائی کر کے)ان کو وہاں سے نکال دو‘۔

’’یہ حکم مسلمانوں کو اس وقت دیا گیا جب حضرت محمدﷺ نے مدینہ آنے کے بعد مکہ کے لوگوں سے ایک معاہدہ کیا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے اسی معاہدہ کی شرط کے مطابق رسول اللہﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس عمرہ کی قضا پوری کرنے کا ارادہ کیا۔جسے ایک سال پہلے غیر مذہبی قریش مکہ نے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ اگلے سال عمرہ کر سکتے ہیں۔

لیکن حضرت محمدﷺ کے ساتھیوں کو یہ خیال آیا کہ ظالم کافروں کے معاہدہ کا کوئی بھروسہ نہیں اگر وہ اس سال بھی روکنے لگیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے اس پر یہ حکم اللہ کی طرف سے دیا گیا کہ اگر وہ جنگ کرنے لگیں تو تمہیں بھی اجازت ہے کہ جہاں پاؤ ان کو قتل کرو اور جس طرح انھوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکالا تم بھی ان کو مکہ سے نکال دو‘۔ (قرطبی)

اس طرح لڑائی کی اجازت دیتے ہوئے مسلمانوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم کو لڑائی کے معاملے میں بھی زیادتی نہیں کرنی ہے۔یعنی ہر وہ کام اور معاملہ جو ناجائز وغیر اخلاقی اور انصاف کے خلاف ہو۔

ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ جہاد میں جانے والوں کو نصیحت کرتے کہ تم اللہ کے نام پر رسول اللہﷺ کی ملت پر جہاد کے لئے جاؤ۔لیکن کسی بوڑھے،کمزور،چھوٹے بچوں یا عورتوں کو قتل مت کرنا۔ (مظہری)

اسی طرح مسلمانوں کو حکم دیا جاتا کہ، ان لوگوں سے جنگ حرام ہے جو تمہارے مذہب میں مزاحمت نہ کریں کسی کی عورتوں، بچوں، بوڑھوں، زخمیوں پر ہاتھ نہ اٹھانا کھیتیوں اور جانوروں کو بے مقصد نقصان نہ پہونچانا، اپنی جسمانی طاقت کا وہیں استعمال کرنا جہاں وہ لازمی ہو۔اور اسی حد تک کرنا جتنے کی ضرورت ہو۔اوپر کی آیتوں میں یہی حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے کہ صرف مسلمان ان کافروں سے لڑائی کریں جو ان کی مخالفت کے لئے سامنے آئیں۔

بابو مُکٹ دھاری پرساد جی کے مطابق تلوار

بابو مکٹ دھاری پرساد بی،اے،ایل،ایل بی گیا کے ممتاز قومی نیتا ہیں، جو آزادی کی تحریک میں کئی بار جیل جا چکے ہیں اور ۱۲ سال تک ایک عہدے کے صدر رہ چکے ہیں۔ حضرت محمدﷺ کے یوم ولادت کے ایک جلسے کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا۔آپ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ نہ ہو لیکن سچ یہ ہے کہ اسلام اور محمدﷺ کے سلسلے میں میرے خیالات اتنے اچھے نہیں تھے جیسا کہ آپ پاتے ہیں۔میرا دل ان کے تئیں نفرت و دشمنی سے بھرا ہوا تھا اور مجھے محمدﷺ اور ان کے اسلام میں کوئی خوبی نہیں دکھائی دیتی تھی۔لیکن جب عدم تعاون آندولن میں جیل گیا اور وہاں آپﷺ کی سیرت کا مطالعہ کیا تو میری آنکھیں کھل گئیں اور محمدﷺ صاحب کی بے شمار خوبیوں کا قائل ہو جانا پڑا اور اسی وجہ سے آج میں نے یہ معزز عہدہ قبول کرلیا ہے۔

ملک عرب کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عرب نہایت جاہلی، بربریت اور بدکرداری وشراب نوشی اور طرح طرح کے برے کاموں میں مشغول تھے۔لیکن حضرت محمدﷺ کی تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ صرف ۲۳ سال کے قلیل عرصے میں اس جاہل و بربریت کی کایا پلٹ گئی۔آپﷺ کی نصیحتیں بے شمار ہیں لیکن ان میں سے خاص طور سے مجھے بہت پیاری اور جو ہر آدمی کے لئے نفع بخش اور لائق معمولات ہیں، بیان کرتا ہوں۔

میں سب سے پہلے مساوات کو لیتا ہوں آقا ہو یا غلام، امیر ہو یا غریب، گورا ہو یا کالا اسلام نے ہر مسلمان کو برابری کا درجہ دیا ہے محمدؐ کے تعلیم میں ذات برادری کے اونچ نیچ کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، بلکہ نام اور عزت ومرتبت کی کسوٹی صرف عمل ہے۔

اب وراثت وزکوٰۃ کو لیجئے۔ میری رائے میں محمدﷺ نے اس موضوع کے تحت جو احکامات دیئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سرمایہ داری کا مخالف اور مال کی تقسیم کا حمایتی ہے۔

قانونِ وراثت کا مطلب اس کے علاوہ اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک آدمی کا مال چند آدمیوں میں تقسیم ہو جائے اور اس خاندان کا ہر فرد غریبی سے محفوظ رہ سکے اور ساتھ ہی کوئی اکیلا مال کے گھمنڈ سے دوسرے آدمیوں کو حقیر نہ سمجھے۔

زکوٰۃ (صرف مسلمانوں سے لیا جانے والا مذہبی کام) کو محمدﷺ کی تعلیم میں جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ دوسرے مذاہب میں نہیں۔ جائداد کی تقسیم سے ایک خاندان کے لوگوں کی معاشی پریشانیاں دور ہو سکتی تھیں لیکن زکوٰۃ نے سرمایہ داری کی مخالفت کے ساتھ بدحال اور غریب مسلمانوں کو غریبی کے دل دل سے نکالا اور دنیا میں انسانوں کی جیسی زندگی گذارنے کا موقع فراہم کیا۔

محمدﷺ کی ایک بیٹی کو جب کہ وہ حاملہ تھیں اسلام کے ایک مخالف نے بھالے سے زخمی کر دیا اور اس کے سبب ان کا حمل ضائع ہو گیا اور اس تکلیف سے وہ زندہ نہ رہ سکیں۔ لیکن پھر وہی مخالف کسی موقع پر بحیثیت مجرم محمدﷺ کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے اپنی بے حد رحم دلی، تحمل اور عفو درگذر سے کام لے کر ایسے مجرم کو کوئی سزا دیئے بنا چھوڑ دیا۔

معزز لوگو! کہا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ میرا بھی یہی خیال ہے مگر وہ کون سی تلوار تھی؟ کیا وہ لوہے کی تلوار تھی؟ نہیں وہ محمدﷺ کی بیش قیمت

عادت واطوار عفوودرگذر، صاف ستھرے معاملات نیک کردار ان کے اعلیٰ اوصاف اور ان کی قیامت تک نہ مٹنے والی قابل تقلید تعلیمات کی چمکتی دمکتی تلوار تھی، جس نے گردن کاٹنے کی جگہ دلوں کو ایک دھاگے میں پرو دیا۔ اسلام کی شہرت وکامیابی کے یہی وہ اسباب ہیں، ورنہ کوئی چیز جو بزور طاقت اور ظلم وزیادتی کی بنیاد پر قائم کی جاتی ہے وہ مفید اور دائمی نہیں ہوتی۔ محمدﷺ کی اعلی تعلیمات وکرداری کے معجزات ہیں کہ اسلام اب تک قائم ودائم ہے اور مجھے یہ قبول کرنے میں ذرا سی بھی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ محمدﷺ کا مذہب ہی اپنی تعلیمات کی بنیاد پر آج پوری دنیا میں ہر دلعزیز اور مقبول ہے"۔ (جگت مہارشی صفحہ ٦٨-٦٢)

مہاتما گاندھی جی کے مطابق

میں نے جتنا مطالعہ کیا اتنا ہی جانا کہ اسلام کی طاقت تلوار میں پوشیدہ نہیں ہے۔

(Mahatma Gandhi in his news paper Yong India)

سوامی وویکانند جی کے مطابق

ہندوستان میں مسلمانوں کی فتح غریب اور مصیبت زدہ عوام کے لئے نجات ورہائی کے مانند تھی۔ اس لئے پنچ بھاش (چھوت وپچھڑی) عوام مسلمان بن گئی۔ یہ سوچنا کہ تلوار اور تباہی وبربادی کے ذریعہ مذہب تبدیل ہو صرف پاگل پن ہے۔

(Swami Vivekanand in Selected works P.291)

ڈی ایس اُو۔ لیری جی کے مطابق

پھر تاریخ نے یہ واضح کر دیا کہ کٹر مسلمانوں کا پوری دنیا میں پھیل کر اپنے ماتحت عوام کو بزور طاقت تلوار کی نوک پر مسلمان بنانا، ان بے انتہا بھدّے، بے ڈھنگے اور جاہلانہ بیانوں میں سے ہے جسے مؤرخین نے کبھی دہرایا تھا۔

(De Lay O' Leary in "Islam at the crossroads" London & 1932 P.8)

اسلام کا طرزِ عمل

اوپر کے دیئے گئے احکامات میں سے ایسے بے رحم ظالم دشمنوں کے سلسلے میں بھی مسلمانوں سے کہا گیا کہ اگر وہ لڑائی سے باز آ جائیں تو اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے اس پاکیزہ اسلوب میں مسلمانوں کو اخلاق و کردار کی بلندی تک پہونچایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝
وَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

(سورۃ انفال، آیت نمبر۔۴۰۔۳۹)

’’تم ان سے لڑائی کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (دین میں بچلانا) باقی نہ رہے، اور دین مکمل طور سے اللہ کے لئے ہو جائے پھر اگر وہ فتنہ سے رک جائیں تو ان کے کاموں کو دیکھنے والا اللہ ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ محافظ ہے اور وہ بہت ہی اچھا محافظ اور بہت ہی اچھا مددگار ہے۔

اُوپر والی آیتوں کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کو سچائی کی حفاظت اور سیدھے راستے سے گمراہ کرنے کے علاوہ کسی مادّی مقصد سے لڑائی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اس طرح مخالفین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنا بند کر دیں اور چاہیں تو اسلام قبول کر لیں یا اپنے مذہب پر رہتے ہوئے مسلمانوں پر ظلم کرنے سے باز آ جائیں، تو اُن سے جنگ بند کر دیا جائے۔

پہلا غزوہ

مدینہ ہجرت کے دوسرے سال ہی رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ اہل مکہ مدینہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں تو آپ ﷺ بھی ۳۱۳ مسلمانوں کو لے کر سامنا کرنے کے لئے نکلے۔

ان کے پاس نہ تو وافر مقدار میں سواریاں تھیں، نہ ہتھیار، نہ کھانے پینے کا سامان۔ جس وقت ’بدر‘ نامی گاؤں کے قریب دونوں فریقین کا مقابلہ ہوا اہل مکہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور ان کے پاس سواری کے لئے اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار سب کچھ ضرورت سے بھی زائد تھا مگر رسول ﷺ کی مکمل فتح ہوئی اور دشمن فوج کے تقریباً ستر ۷۰ لوگ مارے گئے اور اتنے ہی لوگ تقریباً قیدی ہوئے۔

اسی طرح کئی جنگوں کا سامنا کرنا پڑا آخر میں مکہ فتح ہو گیا۔

لین پول جی کے مطابق حضرت محمد ﷺ

اسپیچز آف محمد ﷺ میں مشہور مورخ لین پول نے لکھا ہے۔

’’حضرت محمد ﷺ کی شخصیت رحمت و شجاعت کی آمیزش ہے‘‘ وہ برسوں اپنے وطن والوں کی دشمنی کا سامنا کرتے رہے۔ محمد صاحب اتنے خوش اخلاق تھے کہ ہر ایک سے وہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔ ان کی بے لوث دستی، ہمدردی، رحم دلی، دلیری و شجاعت قابل تعریف ہے۔ جب دس ہزار ۱۰۰۰۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو محمد صاحب کے لئے یہ وقت تشدّد کرنے اور دشمنوں سے بدلہ لینے کا تھا، کیونکہ آپ ﷺ کو ستانے والے اور دکھ دینے والے آپ ﷺ کے اختیار میں تھے اور پورے طریقہ سے ان سے بدلہ لیا جا سکتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے قریش کی ساری خطائیں معاف کر دیں اور فوج بہت ہی پرسکون و امن کے ساتھ شہر میں داخل ہوئی۔ نہ کوئی گھر لوٹا گیا، نہ کوئی عورت بے عزت کی گئی نہ کسی کا خون بہایا گیا۔ فتح ملک کی تاریخ میں اس طرح کے فاتح قوم کے داخلہ کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

مسٹر لارینس اِی براؤن کے مطابق

اسلام نے دشمن ملک کے باشندوں کو جتنے بھی حقوق عطا کئے اس کی بجا آوری کی

تاریخ میں بہت سی مثالیں پیش کی جارہی ہیں جس کی گواہی لارنیس ای براؤن نے یروشلم کی فتح کے سلسلے میں دی ہے۔

''یروشلم کے غیر مسلم عوام کو ان کی جان و مال، اولا د اور عبادت گاہیں، صلیبیوں اور ہر ایک اس شئے کو جو اقتدار میں ہے، تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے ان کی زمینوں اور ان کے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی، ان کے گھروں کو نہ تو گرایا جائے گا اور نہ تو کسی طرح کا نقصان پہونچایا جائے گا۔ ان کے مذہبی سرمایہ اور ان کے ادب واحترام کو بحال رکھا جائے گا۔

یروشلم کے لوگوں کو اپنے مذہب کے حکم کی تعمیل میں ہر طرح کی آزادی ہوگی''۔

(The Edipes of christianity in Asia by Laurance E. Brown P.68)

(اسلام میں رواداری)

اسلام کا اصول

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لا ينهىكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم وتقسطوا إليهم ۚ إن الله يحب المقسطين ۝ إنما ينهىكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين وأخرجوكم من دياركم وظاهروا على إخراجكم أن تولوهم ۚ ومن يتولهم فأولئك هم الظالمون ۝
(سورہ ممتحنہ، آیت نمبر۔۹۔۸)

''اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا معاملہ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے سلسلے میں جنگ نہیں کئے، اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے اللہ تم کو روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے سلسلے میں لڑائی کیا اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی۔ جو لوگ ایسوں سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہوں گے۔''

اس آیت میں غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صرف انہی لوگوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے روکا گیا ہے جو ظالم ہیں یعنی ظالموں سے دوستی کرنا ایسا ہی ہے جیسے ظلم کو بڑھاوا دینا۔

قرآن پاک میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں کسی کافر کو زبردستی مسلمان بنانے کا، یا ناحق مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہو بلکہ اس کے برعکس ہے جیسے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله ثم أبلغه مأمنه ۚ ذلك بأنهم قوم لا يعلمون ۝
(سورۃ توبہ، آیت نمبر۔۶)

''اور اگر (لڑائی میں) کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے پھر اس کو وہاں پہونچا دو جہاں وہ بالکل بے خوف ہو کر رہ سکے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔''

اس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے کسی کو زبردستی اسلام قبول کروایا ہو۔ اس کے برعکس آپ ﷺ کے اخلاق و کردار اور حسن سلوک سے اسلام کے قبول کرنے والوں کی تعداد بھری پڑی ہے لوگ قرآن پاک کی آواز سن کر ہی اسلام قبول کر لیتے اور بہت سے لوگ تو آپ ﷺ کے اخلاق کو دیکھ کر فوراً اسلام قبول کر لیتے اس لئے کہ اسلام قبول کرنے نہ کرنے کا تعلق دل سے ہوتا ہے نہ کہ اوپری بناؤ سنگار سے۔

اب ہم کچھ نمونے آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ اسلام کیسے پھیلا۔

شری سندر لال جی کے مطابق

ہمارے ملک کے ایک فاضل شری سندر لال جی نے اپنی ایک تصنیف 'حضرت محمد ﷺ کی لائف' کے نام سے جو کولکاتہ کے ہندی رسالہ وشال بھارت میں شائع ہوا تھا۔

رسول اکرم ﷺ کی مذہبی رواداری کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بات یہ ہے کہ حکمراں کی حیثیت سے محمدؐ نے غیر مسلموں کو یہاں تک کہ بت پرستوں کو بھی حکومت کے اندر اپنے مذہبی معاملات کی پوری آزادی عنایت کی، اوران کے عبادت گاہوں کی حفاظت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض قرار دیا۔''**لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّین**'' یعنی مذہب کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ مدنی آیت ہے اور محمد صاحب کی تمام زندگی اس آیت کی جیتی جاگتی تصویر ہے اس کے ثبوت میں عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر مذاہب کے فرماں برداروں کے ساتھ محمدؐ کے جو سمجھوتے ہوئے ان کی نقلیں ابھی تک موجود ہیں۔ (وشال بھارت کلکتہ تو ۱۹۲۳ صفحہ ۵۱۴)

قرآن کی تاثیر سے اسلام

حضرت عمر بن خطاب ؓ حضرت محمد ﷺ کے دشمن ہی نہیں تھے بلکہ تلوار ہاتھ میں لے کر نکلے کہ میں حضرت محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) آج قتل کر دونگا اس لئے کہ وہ ہمارے پرانے عقائد کی تردید کرتے ہیں۔مگر جب قرآن پاک کی چند آیتیں سنیں تو ان کا دل پگھل گیا اور اسلام قبول کرلیا۔

اسی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ نے اپنے بھائی سے قرآن مجید کے اثرات کو سنا تو حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں پہونچے اور سچے دل سے اسلام قبول کرلیا۔

(بخاری فضائل ابوذرؓ)

حضرت عثمان بن مطعونؓ کا قرآن سن کر اسلام

بیشک اللہ تعالیٰ انصاف اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے شرمی و نادانی کے کاموں اور ظلم سے روکتا ہے۔

ان آیتوں کو سن کر خود ان کے دل پر جو اثر پڑا وہ لکھتے ہیں۔''یہ وہ زمانہ تھا جب

ایمان میرے دل میں بیٹھ گیا تھا اور میں محمد ﷺ سے محبت رکھنے لگا''۔(مسند ابن حنبل، حصہ۳۱۸۱)

حضرت زبیر بن مطعمؓ کا اسلام

''کیا یہ لوگ خود پیدا ہوگئے؟ یا یہ لوگ خود پیدا کرنے والے ہیں، کیا زمین و آسمان کو انہی لوگوں نے پیدا کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ ان کے دل میں ایمان نہیں (اے نبی!) کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ لوگ سربراہ کار ہیں؟۔

''یہ سن کر وہ خود کہتے ہیں کہ میرا دل اڑنے لگا اور اسلام قبول کرلیا۔''(بخاری)

''اسی طرح ''حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ نے حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو سنتے ہی مسلمان ہوگئے''۔(طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ)

''اسی طرح طائف کے سفر میں حضرت خالدؓ نے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ آیت سنی۔

''آسمان کی قسم اور رات میں آنے والے کی قسم''۔(مسند ابن حنبل، حصہ۴ صفحہ ۳۳۵)

اسی طرح کبھی کبھی پورا کا پورا ایک گروہ اور جماعت آتی اور قرآن سن کر اسلام قبول کرلیتی ہے۔جیسے حضرت ابوعبیدؓ، حضرت ابوسلمیٰؓ حضرت ارقم بن ابی ارقمؓ اور حضرت عثمان بن مطعونؓ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے سامنے آئے تو آپ ﷺ نے اسلام سمجھایا اور قرآن کا حصہ سنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تمام لوگ مسلمان ہوگئے۔

(اسد الغابہ تذکرہ ابوسلمیٰ بن عبدالاسد)

اسی طرح قرآن پاک میں ایرانیوں کے مقابلے میں رومیوں کی فتح کی جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورہ روم)

آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت محمد ﷺ سے بہت سی بکریاں مانگی آپ ﷺ نے اس کا سوال پورا کیا جس سے متاثر ہوکر اس نے اپنے خاندان والوں سے کہا کہ لوگوں مسلمان ہوجاؤ کیونکہ حضرت محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ ان کو اپنے فقیر ہوجانے کا بھی ڈر نہیں ہوتا۔ (مسلم)

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک یہودی عالم سے قرض لیا ابھی ادا کرنے کی تاریخ بھی نہیں آئی تھی کہ اس نے آکر اتنا تنگ کیا کہ ظہر سے فجر ہوگئی تو صحابہ نے اسے دھمکیاں دیں، لیکن آپ ﷺ نے کہا ”اللہ نے مجھے غیر مسلموں پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے ،(اتنا سننے کے بعد) دن چڑھتے چڑھتے اس نے اسلام قبول کرلیا اور اس نے کہا میرا آدھا مال اللہ کے لئے صدقہ ہے۔ آپ کو تنگ کرنے کا میرا یہ مقصد تھا کہ توریت میں آپ ﷺ کی جن خوبیوں یا خصوصیات کا ذکر ہے ان کا تجربہ کروں۔ (مشکوۃ کتاب الفتن)

اسی طرح ثمامہ بن آثال گرفتار ہوکر حضرت محمد ﷺ کے پاس آئے مگر جب آپ ﷺ نے ان کو بغیر کسی شرط و معاوضہ کے رہا کردیا تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔
(مسلم شریف کتاب الجہاد، العصیر)

آپ ﷺ کے خطبہ کے اثرات سے اسلام

ایک مرتبہ حضرت ضمّام مکہ میں آئے تو مکہ کے کافروں سے سنا کہ محمد ﷺ مجنون ہوگئے ہیں، یہ سن کر حضرت محمد ﷺ کے پاس گئے اور کہا کہ ”میں جنون کا علاج کرتا ہوں“ آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک خطبہ دیا جس کا اثر ان پر پڑا اور فوراً مسلمان ہوگئے۔
(مسلم شریف کتاب الجمعہ)

اسی طرح حضرت حلیمہؓ کے شوہر یعنی آپؐ کے رضاعی باپ جب مکہ آئے تو قریش نے کہا کہ سنا ہے کہ تمہارا بیٹا کہتا ہے کہ لوگوں کو مر کر پھر جینا ہوگا انہوں نے آپؐ سے کہا بیٹا یہ

کیا کہتے ہو؟ آپؐ نے فرمایا اگر وہ دن آیا تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر بتاؤنگا کہ جو کچھ میں کہتا تھا سچ تھا۔ یہ سن کر وہ فوراً مسلمان ہوگئے اور ان الفاظ کا اثر عمر بھر رہا، کہا کرتے تھے کہ ”میرا بیٹا ہاتھ پکڑے گا تو جنت میں پہونچا ہی کر چھوڑے گا۔ (تذکرہ حضرت حارث بن عبدالعزیٰ)

آپ ﷺ کو صرف دیکھنے کا اثر

حضرت ابو رافع ؓ آپ ﷺ کی خدمت میں قریش مکہ کی طرف سے سفیر بن کر آئے تھے لیکن آپ ﷺ پر نظر پڑتے ہی فوراً اسلام قبول کرلیا۔ (ابوداؤد، کتاب الجہاد)

اسی طرح عبداللہ بن سلام کو آپ ﷺ کا چہرہ انور دیکھتے ہی یقین ہوگیا کہ جھوٹے آدمی کا چہرہ ایسا نہیں ہوسکتا، اور اسلام قبول کرلیا۔ (ترمذی)

اخلاق و کردار کا اثر

حضرت محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے اخلاق و کردار سے متاثر ہوکر زیادہ تر لوگ اسلام قبول کرتے، جیسے بہت سے لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کے اثر سے اسلام قبول کیا اور یمن کے لوگوں نے حضرت علیؓ کے اخلاق و برتاؤ سے اسی طرح حضرت طفیلؓ نے اپنے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو مسلمان کیا، قبیلہ ہمدان حضرت عامر بن سحر کے اثر سے اسلام لایا اور حضرت ابوذرؓ کا آدھا قبیلہ ان کے اثر سے مسلمان ہوا۔

آپ ﷺ کے معجزات کا اثر

جب حضرت محمد ﷺ ہجرت کرکے مدینہ آئے تو حضرت عبداللہ بن سلامؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ پیشین گوئیوں اور غیب کی چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کا جواب دیا جس کو سن کر انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔
(بخاری شریف باب ہجرۃ النبیؐ)

اسی طرح جب فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ حضرت خالدؓ کو بنوخزیمہ کی طرف بھیجا تو صاف ہدایت کردی تھی کہ صرف اسلام کا پیغام پہونچانا مقصد ہے جنگ نہیں اس کے باوجود حضرت خالد نے تلوار سے کام لیا آپ ﷺ نے بہت ناپسند فرمایا اور کعبہ کی طرف کھڑے ہوکر فرمایا ''اے خدا! خالد نے جو کچھ کیا اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے خون کا بدلہ ادا کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا اور انہوں نے ایک ایک بچے کا یہاں تک کہ کتّوں تک کے خون کا بدلہ ادا کیا''۔ (تاریخ طبری حصہ ۳)

اسلام کے بارے میں جو شک وشبہ تھا وہ ان ثبوتوں سے اچھی طرح دور ہو جانا چاہئے کہ اسلام میں زبردستی مسلمان بنانے کی کہیں اجازت نہیں ہے لیکن (کراس ویل) کے مطابق ''لڑائی انسانی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے''۔ جسے اسلام نے انسانی زندگی کے اس شعبہ میں بھی صرف بلند واخلاق وکردار کی تعلیم کو ہی نہیں بلکہ اچھے برتاؤ کی خواہشوں کے ساتھ اجازت دی ہے جس میں حملہ آور نہ جنگ کی حالت کو ناجائز ٹھہرایا ہے جو حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے واقعات اس امن وسکون کی حمایت کرتے ہیں۔

فتح مکہ اور دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

مکہ چھوڑنے کے آٹھویں سال آپ ﷺ نے تقریباً دس ہزار کی فوج کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کیا اور بغیر کسی خون خرابہ کے مکہ میں داخل ہوئے۔ ایسے موقع پر فاتحین، دشمنوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں ۲۲/۲۱ سال تک مسلسل دشمنی کرنے والے اہل مکہ کس سلوک کے مستحق تھے! ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پورا شہر قتل گاہ بن جاتا اور دشمنوں کی لاش سے پٹ جاتا لیکن، عفو ودرگذر کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا رسول کیا اعلان کر رہا ہے۔

(۱) جو شخص ہتھیار ڈال دے اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کعبہ میں پناہ لے لے اسے امان ہے۔

(۳) جو شخص کافروں کی فوج کے سپہ سالار ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے اسے امان ہے۔

(۴) جو شخص اپنے گھروں کے دروازے بند کرے گا اسے بھی پناہ ہے۔

(۵) زخمیوں اور قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

اس موقع پر بھی آپ ﷺ امن وسکون اور رحم وکرم کا اتنا دھیان تھا کہ خود آپ ﷺ نے فرمایا ''آج تو رحمت کا دن ہے'' اسی رحمت کے سبب آپ ﷺ نے فرمایا جو ابوسفیان (اس وقت بڑے سخت مخالف تھے) کے گھر میں داخل ہو جائے اس سے جنگ نہیں کریں گے اتنا سنتے ہی ابوسفیان اور تمام مخالفین کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں! اور یہ ہم پر رحم کرتے جا رہے ہیں۔ اس لئے یہ بیشک اللہ کے رسول ہیں، یہ دیکھ کر اہل مکہ نے فوراً اسلام قبول کرلیا۔

یہ تھا حسن سلوک ان کے ساتھ جنہوں نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی سرزمین سے نکالا تھا اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر ہر طرح کے ظلم کئے تھے آپ کو دنیا میں اتنا تحمل مزاج اور رحیم وکریم فاتح نہیں ملے گا۔

اس طرح آپ ﷺ نے ۲۰ رمضان کو خانہ کعبہ کا طواف کیا اور وہاں رکھے ہوئے ۳۶۰ بتوں میں سے جس کے پاس جاتے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، تو اس سے اشارہ کرتے وہ بت خود بخود منھ کے بل گر پڑتا۔

اس کے بعد تمام دشمنانِ اسلام نے اسلام قبول کیا جیسے بنوثقیف، بنی فزارہ، بنی تمیم، بنی سعد، بنی قدح، بنی عبدقیس، بنی حنیفہ، بنی قحطان، بنی حارث، بنی محارب، بنی ہمدان، بنی غسان، وغیرہ سبھی قبیلوں نے خود آکر اپنی خوشی سے اسلام قبول کرلیا۔

یہ ہے حقیقت کہ حسن سلوک اور اچھے اخلاق جس سے اسلام عالمی طور پر پھیلتا گیا نہ کہ خون خرابہ سے یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ پھر اتنی لڑائیاں کیوں ہوئیں؟ بیشک آپ

نے ہر ایک لڑائی صرف امن وسکون اور بے قصور لوگوں کو تشدّد اور ظلم وستم سے بچانے کے لئے کی، جیسا کہ آپ ﷺ کے احکامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی فوج کو میدانِ جنگ میں جاتے وقت یہ پیغام دیتے۔

حضرت محمد ﷺ کی فوج کو وعظ ونصیحت

اللہ سے ڈرو، اپنی خواہشوں کی اتباع نہ کرو، اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اور اسی کی مرضی کے مطابق جاؤ، اسی اللہ سے مدد مانگو، اور خدائی فوج بن کر لڑو۔ کسی قسم کا دھوکہ نہ دو حریف کے مال کی چوری نہ کرو، مردے کی نعش کو پامال نہ کرو، بوڑھوں بچوں اور عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، اور نہ ان پر جو لڑائی میں شامل نہ ہوں، درختوں کو بلاضرورت نہ کاٹو، عبادت گاہوں کو نہ گراؤ، تمہارے امیر جس مقام پر تمہیں مامور کردیں وہاں قائم رہو، جو پناہ مانگے اسے پناہ دو، حملہ کرتے وقت اللہ کو یاد رکھو، بلاضرورت جانوروں کو نہ مارو نہ انہیں زخمی کرو، آگ نہ لگاؤ کھجور یا دوسرے پھل دار درختوں کو نہ کاٹو، فصلوں کو نقصان نہ پہونچاؤ نہ انہیں جلاؤ۔

انسانیت کا مکمل دستور العمل

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام میں جنگ کے قاعدے قانون اتنے مہذب، انصاف پر مبنی اور امن وسکون والے ہیں تو اس کے عام قاعدے قانون کتنے پرسکون و پرامن ہونگے! اس طرح آپ ﷺ کی پوری زندگی رواداری، مساوات، حق وانصاف اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے بھری ہوئی ہے، آپ ﷺ نے کبھی کسی غلام، بچے یا جانور تک کو نہیں مارا نہ کسی کو برا بھلا کہا، یہاں تک جنگ کے قیدیوں کی بھی عزت کرتے دوسرے قبائل کے سرداروں اور دوسرے مذاہب کے عالموں معزز لوگوں سے ادب و احترام سے ملتے، جہاں اپنے فرماں بردار صحابہ کے لئے دن رات اللہ سے دعا کرتے وہیں

مخالفین اور دشمنوں کے لئے بھی دعا کرتے۔ آپ ﷺ کی ہدایت بھی ہے کہ ''اللہ کی مخلوق پر رحم کرو''۔

اس طرح ہم حضرت محمد ﷺ کی چند نصیحتوں کو آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو آپ ﷺ کی رحم دلی اور اخلاق وکردار کا واضح نمونہ ہے جس سے صاف ستھری ذہنیت فیصلہ کرسکتی ہے کہ وہ کون سی تلوار تھی؟ وہ محمد ﷺ کے اخلاق وکردار، رحم دلی، جود وسخا، حسن سلوک اور اچھے خیالات ان کے نیک اوصاف اور قیامت تک نہ مٹنے والی معیاری تعلیمات کی چمکتی ہوئی تلوار تھی، جس نے جھوٹ، فریب، ظلم وزیادتی اور ناانصافی کی گردن اڑادی اور صاف ستھرے معاشرہ کی بنیاد رکھی۔

حجۃ الوداع اور اس کا خطبہ

حضرت محمد ﷺ کے اس آخری حج کو ''حجۃ الوداع'' کہتے ہیں جس میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام ساتھ تھے اور آپ ﷺ تمام صحابہ کے ساتھ ۲۵ ذی القعدہ ۱۰ھ، دوشنبہ کے دن، حج کے لئے مدینہ سے مکہ کی طرف چلے اور ذولحلیفہ نامی مقام پر سب نے احرام باندھا پھر ۴ ذی الحجہ کو مکہ میں تشریف آوری کے بعد کعبہ کا طواف کیا جہاں حج کا پورا طریقہ بتانے کے بعد ۹ تاریخ کو میدانِ عرفات میں پہونچے اور ایک خطبہ دیا جو آپ ﷺ کا آخری خطبہ تھا۔

حضرت محمد ﷺ کا آخری عالمی خطبہ

آپ ﷺ نے تقریباً سوا لاکھ لوگوں کے سامنے جو آخری خطبہ دیا وہ اس طرح ہے۔

''لوگوں! تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے یہ بھی یاد رکھو کہ ہر جاہلی عمل غلط ہے۔ اور جاہلیت (یعنی حضرت محمد ﷺ سے پہلے) کے تمام خون ختم کردیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے

خون ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرتا ہوں جس نے بنی سعد میں پرورش پائی اور اس کو ھُذَیل نے قتل کر ڈالا جاہلیت کے نام تمام سود مٹا دئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔''

اپنی بیویوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور ان کی شرم گاہوں کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھو اور تمہاری طرف سے ان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو ایسی مار مارو کہ جس سے نشان نہ پڑے اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کو معقول طریقہ پر ان کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کرو۔ میں تم کو ایک چیز دیکر جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوطی پکڑ لیا تو تم گمراہ نہ ہوگے، وہ چیز کیا ہے؟

وہ ہے۔'' کتاب اللہ و سُنَّتی''

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اور بہت سی وعظ نصیحتیں کیں پھر آخر میں، آپ ﷺ نے لوگوں سے سوال کیا،'' تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا جواب دوگے؟''

سب نے جواب دیا، ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ کا پیغام پہونچا ہی نہیں دیا بلکہ اپنا فرض پورا کر دیا، اس پر آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا'' اے اللہ! تو گواہ رہنا'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان تک یہ پیغام پہونچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

یہ سوال و جواب ہو ہی رہا تھا کہ اللہ کی طرف سے وحی آئی۔'' آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین''۔

اس آخری وحی پر قرآن پاک جو ۲۳ سال سے وقت وقت پر ضرورت کے اعتبار

سے نازل ہو رہا تھا مکمل ہو گیا۔

اس طرح دنیا کا سب سے زیادہ مذہبی اور اخلاقی گمراہیت اور زوال پذیر ملک عرب دنیا کے لئے مذہب اور انسانیت کا نمونہ بن گیا۔ اس تاریخی معجزہ میں حضرت محمد ﷺ گنہگاروں کو نہ ختم کر کے بلکہ گنہگاروں کے گناہ کو ختم کیا یعنی۔

''بد کرداروں سے نفرت نہ کرو بلکہ ان کے برے کردار سے نفرت کرو'' کہاوت کو حضرت محمد ﷺ نے سچ کر دکھایا سب سے زیادہ تعجب تو یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے فتح مکہ میں ایک بھی جانی نقصان نہیں ہوا۔ حضرت محمدؐ اور ان کے صحابہ نے اپنے دشمنوں کے فعلوں کا بدلہ لئے بغیر چھوڑ دیا جسے دیکھ کر پورا اہل مکہ اسلام کی گود میں آ گیا۔

آپ ﷺ کی بیماری اور آخری وقت

۲۸ صفر بروز بدھ گیارہ ہجری سے آپ ﷺ کی بیماری شروع ہوئی یہاں تک کہ آپ ﷺ مسجد تک جانے سے بھی مجبور ہو گئے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

آپ ﷺ کے آخری الفاظ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس مرض کے دوران کبھی کبھی آپ ﷺ چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر فرماتے کہ یہود و نصٰریٰ تباہ ہوں انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس سے خبردار کیا اور زیادہ تر وصیت یہی تھی ''**الصلا ۃ وما ملکت ایما نکم**'' دیکھو نماز کا خیال رکھنا اور اپنے ماتحتوں اور غلاموں کا، یہ آپ ﷺ برابر فرماتے رہے اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے پانی کا پیالہ تھا اور آپ ﷺ ہاتھ پانی کے اندر ڈالتے اور چہرہ انور پر پھیر لیتے پھر اس کے بعد فرماتے '**لا**

الہ اللہ اِن .... ' پھر آپ ﷺ نے بائیں انگلی اوپر اٹھائی اور فرمانے لگے 'فی رفیق الا علی ..فی رفیق الا علی ...' یہی کہتے کہتے آپ ﷺ کی روح مبارک نکل گئی۔

آپ ﷺ کی وفات کے بعد

آپ ﷺ کی وفات کی خبر صحابہ ؓ میں پہونچتے ہی سب کے ہوش اڑ گئے اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ جیسے جلیل القدر صحابی غم سے آپ ﷺ کی وفات کا انکار کرنے لگے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک خطبہ دیا اور صبر کی تلقین کے بعد فرمایا جو شخص حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ وہ آج بھی زندہ ہے یہ سنکر صحابہ کو کچھ ہوش آیا، پھر حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا گیا اس کے بعد اتنا وقت نہیں تھا کہ اس دن تدفین ہوتی۔ چونکہ آپ ﷺ اپنے ہی حجرے میں وفات پائے تھے اس لئے وہیں لوگ تھوڑے تھوڑے جاتے اور نماز جنازہ پڑھتے اس طرح آپ ﷺ کی نماز جنازہ کی امامت کسی نے نہیں کی اس لئے دفن میں بھی دیر لگ گئی اور منگل کا دن گذر کر رات میں فارغ ہوئے۔

آپ ﷺ کی قبر مبارک (روضۂ اطہر)

جس حجرے میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی تھی، اسی میں قبر کھودی گئی اور آپ ﷺ کے جسم مبارک کو حضرت علیؓ حضرت فضل بن عباسؓ وعثمان بن زیدؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے قبر مبارک میں اتارا اور آپ ﷺ کی قبر شریف ایک بالشت اونچی رکھی گئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم ''بے حساب درود وسلام ہو آپ ﷺ پر''۔

جناب مولانا مفتی محمد سرور فاروقی ندوی صاحب (مترجم معنی قرآن الکریم) کا تعارف ایک نظر میں

نام۔	محمد سرور فاروقی ندوی
ولدیت۔	جناب محمد حنیف فاروقی
اعلیٰ دینی تعلیم۔	عالمیت، فضیلت وإفتاء (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
اختصاص۔	قرآن وفقہ (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)
علیا تک کی عصری تعلیم۔	ایم، اے (لکھنؤ یونیورسٹی یو، پی)
عالیہ تک کی عصری تعلیم۔	ہائی اسکول، انٹرمیڈیٹ (الہ آباد، یو، پی)
اردو کی اعلیٰ تعلیم۔	کامل اور معلم (اے، ایم، یو۔علی گڑھ)
سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم۔	شاستری وآچاریہ (بنارس)
اسلامی تدریبی کورس۔	بذریعہ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ (سعودی عرب)

منصب اور موجودہ ذمہ داریاں

ناظم۔	مولانا علی میاں میموریل مانو سیوا سمیتی (لکھنؤ)
صدر ۔	جمعیت پیام امن (لکھنؤ)
صدر ۔	دار ارقم ایجوکیشنل سوسائٹی (الہ آباد)
ڈائرکٹر۔	ارقم ماڈل اسکول (لکھنؤ)
صدر ۔	مرکز أبي الحسن علي حسني ندوي للبحوث والدعوة ورسالة الأمن (لکھنؤ)
نائب ناظم ۔	جامعہ دار ارقم محمد پور گونتی (فتحپور، یو پی)
معاون ایڈیٹر۔	ہندی میگزین سچا راہی، ندوۃ العلماء (لکھنوء)

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی (مفسر قرآن) کی اہم تصانیف

نام	مصنف	زبان	قیمت
۱- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز-20x30/8)	(مفتی محمد سرور فاروقی ندوی)	ہندی	۲۰۰
۲- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز-20x30/16)	// // //	ہندی	۱۱۰
۳- قرآن کا پیغام (قرآن کا آسان ہندی ترجمہ) (سائز-20x30/32)	// // //	ہندی	۷۵
۴- قرآن کا پیغام (پارہ عمّ ترجمہ اور تشریح)	//	ہندی	۱۰۰
۵- تفسیر فاروقی (قرآن کی ہندی تفسیر پارہ نمبر ۱ سے ۵ تک)		ہندی	۳۰۰
۶- اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)		ہندی	۱۴۰
۷- جہاد، آتنک واد اور اسلام	//	ہندی	۱۱۰
۸- ہندی پتر کارتا اور میڈیا لیکھن	//	ہندی	۶۰
۹- انتم سندیشٹا کہاں کب اور کون؟	//	ہندی	۹۰
۱۰- جنت کے حالات اور جنتی (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	ہندی	۶۰
۱۱- کفر اور شرک کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	ہندی	۶۰
۱۲- رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کی سنتیں	//	ہندی	۶۰
۱۳- صحابہ کا اسلام اور اس کے بعد	//	ہندی	۶۰
۱۴- اذان کیا ہے؟	//	ہندی	۲۰
۱۵- آؤ نماز کی اُور	//	ہندی	۳۲
۱۶- روزہ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۳۰
۱۷- حج اور عمرہ کا آسان طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۳۰
۱۸- زکوٰۃ کا حکم اور اس کے مسائل (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۳۰
۱۹- آپ کے سوالوں کا آسان حل (حصہ اول)	//	ہندی	۴۰
۲۰- جھاڑ پھونک اور تعویز گنڈے (قرآن وسنت کی روشنی میں)		ہندی	۳۰
۲۱- داڑھی کی اہمیت (شریعت کی روشنی میں)		ہندی	۳۲
۲۲- اسلام کی بنیادی معلومات سوال وجواب کی روشنی میں	//	ہندی	۳۲

۲۳- رسول اللہ ﷺ کی سیرت سوال وجواب کی روشنی میں	//	ہندی	۳۰
۲۴- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی	//	ہندی	۳۰
۲۵- آدھونک ہندی ویاکرن اور میڈیا لیکھن	//	ہندی	۹۰
۲۶- سورۂ فاتحہ کی تفسیر	//	ہندی	۳۰
۲۷- توحید کی حقیقت (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	ہندی	۳۰
۲۸- پوِتر قرآن کا سندیش انسانی دنیا کے نام	//	ہندی	۳۰
۲۹- اسلام دھرم تلوار سے پھیلا یا سداچار سے		ہندی	۴۰
۳۰- موبائل سے سمبندھت مسائل (شریعت کی روشنی میں)	//	ہندی	۱۵
۳۱- اللہ کے پیارے نبی ﷺ ایک نظر میں	//	ہندی	۱۵
۳۲- اسلام؟	//	ہندی	۰۵
۳۳- آخری رسول کب، کہاں اور کون	//	ہندی	۹۰
۳۴- جہاد، دہشت گردی اور اسلام	//	ہندی	۹۰
۳۵- اسلام دھرم کیا ہے؟ (قبول حق کے بعد اسلامی کورس)	//	ہندی	۹۰
۳۶- قرآن کے مثالی نمونے اور لازوال معجزہ	//	اردو	۳۰
۳۷- قرآن میں انسان کا مقام اور اس کا اعلیٰ مقصد	//	اردو	۳۰
۳۸- اعمال کو باطل کرنے والی چیزیں اور نیت کی اہمیت	//	اردو	۳۰
۳۹- اسلامی قانون وراثت اور میراث کی تقسیم	//	اردو	۳۰
۴۰- امت محمدیہ کی عزت کا معیار اور بنی اسرائیل	//	اردو	۳۰
۴۱- غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی آزادی	//	اردو	۳۰
۴۲- اسلام میں جزیا، خراج اور ذمیوں کے اختیارات	//	اردو	۲۵
۴۳- اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق	//	اردو	۴۰
۴۴- ہندو دھرم، ان کے فرقے تنظیمیں اور اداروں کا تعارف	//	اردو	۷۰
۴۵- حضرت محمد ﷺ کا ذکر اور مورتی پوجا کی ممانعت ویدوں کی دنیا میں	//	اردو	۲۰
۴۶- غیر مسلموں میں طریقۂ دعوت اسلوب انبیاء کی روشنی میں	//	اردو	۶۰
۴۷- قیامت تک کے فتنے (رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کی روشنی میں)	//	اردو	۵۵
۴۸- طلاق کا اسلامی طریقہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۴۰
۴۹- اللہ کی طرف سے رزق کی تقسیم (اور کمزور طبقے کی کفالت)		اردو	۳۰
۵۰- قرآن کے مطابق دولت کا استعمال		اردو	۶۰
۵۱- زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ (قرآن وسنت کی روشنی میں)	//	اردو	۱۵
۵۲- رسول اللہ ﷺ کی مختصر سیرت (مستند کتب سیرت کی روشنی میں)	//	اردو	۲۰

۵۳۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے انمول موتی (سوال وجواب کی روشنی میں) اردو ۱۸

۵۴۔ رسول اللہ ؐ کا حلیہ مبارک اور آپ ؐ کی سنتیں // اردو ۵۵

۵۵۔ داڑھی کی اہمیت (شریعت کی روشنی میں) // اردو ۲۰

۵۶۔ مدارس اسلامیہ کے نصاب کا تاریخی جائزہ // اردو ۱۸

۵۷۔ روزہ، تراویح، صدقہ، اوراعتکاف کے احکام ومسائل // اردو ۳۰

۵۸۔ حج اور عمرہ کا مکمل طریقہ // اردو ۱۵

۵۹۔ اسلامی کویز (سوال وجواب کی روشنی میں) // اردو ۳۵

۶۰۔ الہندوسیہ مبادؤھا عقائدوھا، مسطماتہا واحدافہا // اردو ۳۵

۶۱۔ ذکر محمدؐ فی الوید // عربی ۳۰

۶۲۔ محمد دی لاسٹ پروفٹ۔ انڈر دی شیڈ آف وید // انگریزی ۴۰

۶۳۔ محمد ﷺ انڈ اسٹیٹس اوف ورشپ // انگریزی ۳۰

۶۴۔ بیسک ٹیچنگ آف اسلام // انگریزی ۶۰

۶۵۔ دی سواڈ آف اسلام // انگریزی ۳۰

۶۶۔ آذان، اے کالنگ فار ہیومینٹی // انگریزی ۲۰

۶۷۔ اسلام؟ // انگریزی ۰۷

۶۸۔ منتخب احادیث مصنف: حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ // ہندی ۶۰
مترجم: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

۶۹۔ قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف بغاوت (مصنف: امام حرم عبداللہ السبیل)
مترجم: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی ہندی ۱۰

۷۰۔ عقیدۃ الواسطیہ (مصنف: احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ) ہندی ۴۰
مترجم: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

۷۱۔ سلاسل اربعہ (مصنف: مولانا ابوالحسن علی ندوی) ہندی ۲۰
مترجم: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

۷۲۔ دارارقم کا احسان انسانی دنیا پر مصنف: مولانا ابوالحسن علی ندوی ہندی ۲۰

۷۳۔ مانو تا آج بھی اسی چوکھٹ کی محتاج ہے مصنف مولانا محمد حسنیؒ ہندی ۲۰
مترجم: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

۷۴۔ یکساں سول کوڈ اور مہیلاؤں کے ادھیکار مصنف: مولانا محمد رابع حسنی ندوی
مترجم: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی ہندی ۲۰

۷۵۔ مالک ومخلوق میں شریشٹھ کون؟ (وچارک: محمد مصطفی قادری)
تصحیح وترتیب: مفتی محمد سرور فاروقی ندوی ہندی ۲۰

رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک

اور

آپ ﷺ کی سنتیں

اس میں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک اور آپ ﷺ کے کھانے پینے، سونے جاگنے، کپڑا پہننے، کنگھا کرنے، تیل لگانے ناخن کاٹنے، استنجاء کرنے، جوتا پہننے، انگوٹھی پہننے، مسجد اور گھر میں داخل ہونے، بازار جانے، گفتگو کرنے، وضو، غسل، اذان، نماز، دعاء، رمضان، عیدین، سفر، سلام، نکاح، میت اور اس سے متعلق سنتوں سے لے کر آپ ؐ کے اخلاق وعادات کا تفصیل سے ذکر ہے۔

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی فتحپوری
(صدر جمعیت پیام امن لکھنؤ)

ناشر
مکتبہ پیام امن
ندوہ روڈ، ڈالی گنج لکھنؤ۔۲۰ (یو۔پی)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت

کے انمول موتی

اس میں حضرت محمد ﷺ کا خاندان، چچا، پھوپھیاں، والد، والدہ، رضاعی بھائی بہن، آپ ﷺ کی بیویوں اور اولادوں سے متعلق معلومات کے ساتھ آپ ﷺ کی پوری زندگی کا تذکرہ سوال وجواب کی شکل میں دیا گیا ہے، جو بچوں کے لئے مفید ہے۔

مصنّف

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن)

ناشر

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنو۔۲۰

اسلامی کویز

سوال وجواب کی روشنی میں

بچّوں کے لئے اسلامی کورس

اسمیں اسلام کے عقائد، پاکی، ناپاکی، وضو، غسل، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وراثت قرآن، حدیث، اسلامی حکومت، سزائیں، عدالت، حقوق اور نبیوں و خلفاء راشدین سے متعلق معلومات سوال وجواب کی شکل میں دیا گیا ہے۔ جو بچّوں کا اسلامی ذھن بنانے کے لئے بہت ہی مفید ہے۔

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن)

ناشر

مکتبہ پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنو۲۰ (یو، پی) الہند

طلاق کا اسلامی طریقہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

اس میں طلاق کی شرطیں اور اس کی قسموں کے ساتھ ایلاء، کفارہ، ظہار، خلع، اسلامی عدالت، مہر، خیار، فسخ، تفریق، لعان، مصاہرت، رضاعت، ارتداد عدت، نفقہ، اولاد کی پرورش، نسب وغیرہ کا تفصیل سے ذکر ہے۔

مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

(صدر جمعیت پیام امن، لکھنؤ)

جمعیت پیام امن

ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنو، (یو، پی)